بسم اللہ الرحمن الرحیم

تُحفَۃُ الدُّرَرُ

شرح

نُخبَۃِ الفِکَرِ فِی مُصطلحِ اہلِ الأثرِ

لِلامام المحدّث الحافظ ابن حجر العسقلانیؒ

شارح

سعید احمد پالن پوری
استاذ دار العلوم دیوبند

مع رسالہ

خیرُ الاُصولِ فی حدیثِ الرّسولؐ

مؤلفہ: حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ

قدیمی کتب خانہ - مقابل آرام باغ - کراچی ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفۃ الدرر

شرح

نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الأثر

للامام المحدث الحافظ ابن حجر العسقلانیؒ

شارح

سعید احمد پالن پوری

استاذ دار العلوم دیوبند

مع رسالہ

خیر الاصول فی حدیث الرسول

مؤلفہ: حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ

قدیمی کتب خانہ۔ مقابل آرام باغ۔ کراچی ۱

رائے گرامی

حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری مدظلہٗ

(استاذ و ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند)

فن "اصولِ حدیث" مضمونِ حدیث کو سمجھنے اور الفاظ حدیث سے احکام و معانی مستنبط کرنیوالے اصول کا نام نہیں ہے یہ سلیقہ تو اصولِ فقہ اور مجتہدین کرام کے اصول استنباط میں ماہرانہ بصیرت پر موقوف ہے۔ "اصول حدیث" میں تو حدیث کی اقسام، باعتبار قوت و ضعف ان کے درجات کا تعین، اور محدثین کرام کے درمیان استعمال کی جانے والی اصطلاحات کا بیان ہوتا ہے۔ اور ان چیزوں میں مہارت کے لئے شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا تحریر فرمودہ یہ متن نخبۃ الفکر ان شاء اللہ کافی ہے۔ یہ نہایت جامع اور مرتب رسالہ ہے اور خود مصنف رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق متقدمین کی متعدد کتابوں کا "عطر" ہے۔ پھر مصنف قدس سرہٗ نے خود ہی اس کی شرح نزھۃ النظر لکھی ہے۔ یہ شرح اگرچہ مختصر ہے مگر طلباء کیلئے کسی بھول بھلیاں سے کم نہیں ہے طلباء عزیز اسکے اندر ذکر کردہ ذیلی اور نفیس مباحث میں کھو جانے کی وجہ سے اصل مباحث کو مرتب طور پر محفوظ نہیں کرپاتے اور اسی لئے اچھے مدرسین تدریس کے وقت بار بار ذیلی مباحث کو حذف کر کے اصل مرتب مضمون کے اعادے پر مجبور ہوتے ہیں اور اسی انداز پر درس دینے والے مدرسین "شرح نخبۃ الفکر" کو ذہن نشین کرانے میں کامیاب ہوتے ہیں

اب حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری زید مجدہم نے اصطلاحاتِ محدثین سے طلباء حدیث کو بہ آسانی واقف کرنے کیلئے نخبۃ الفکر کی اردو شرح لکھی ہے۔ حضرتِ موصوف کو چونکہ خداوند قدوس نے رسوخ فی العلم کے ساتھ مرتب گفتگو کا سلیقہ عطا فرمایا ہے اس لئے ان کی زیر نظر تحریر بھی حسن ترتیب اور مشکل کو آسان بنانے میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ احقر اپنے قدیم تدریسی تجربہ کی بنیاد پر طلباء عزیز کو دیانتہً یہ مشورہ دینا ضروری سمجھتا ہے کہ "شرح نخبۃ الفکر" کے طلباء تحفۃ الدرر کو ضرور مطالعہ میں رکھیں۔ ان شاء اللہ محدثین کرام کی اصطلاحات اور فن اصول حدیث کا مغز اور عطر ان کے ہاتھ آجائے گا۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس حضرتِ موصوف کی اس علمی کاوش کو طلباء عزیز کیلئے مفید بنائیں اور اسکو قبول عام نصیب فرمائیں (آمین)

ریاست علی غفرلہٗ مدرس دار العلوم دیوبند ۹ جمادی الثانیہ ۱۴۰۵ھ

فہرست مضامین تحفۃ الدرر شرح نخبۃ الفکر

عرضِ حال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد: امام ابوالفضل حافظ ابن حجر احمد بن علی عسقلانی رحمہ اللہ (۷۷۳ — ۸۵۲) کی بے نظیر تالیف "نُزْھَۃُ النَّظَرِ فِی تَوْضِیحِ نُخْبَۃِ الْفِکَرِ فِی مُصْطَلَحِ اَھْلِ الْأَثَرِ"، فن اصول حدیث کا شاہکار ہے اور اس کے متنِ متین "نخبۃ الفکر" کو فن میں "ریڑھ کی ہڈی" کا مقام حاصل ہے۔ مدارسِ اسلامیہ میں فنِ اصول حدیث کی ابتدا اسی کتاب سے ہوتی ہے اور بالعموم اختتام بھی اسی پر ہوجاتا ہے۔ اوّل تو فن کی پہلی کتاب، پھر اندازِ نگارش البیلا، کریلا اور نیم چڑھا! تجربات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عام طور پر طلباء، اس کتاب کو پڑھ کر بھی فن سے آشنا نہیں ہوتے۔

اس لئے عرصہ سے خواہش تھی کہ "نخبۃ"، ایسی انوکھی تشریح کے ساتھ نونہالوں کے سامنے پیش کیا جائے کہ وہ اسے یاد کرکے "نُزْھَۃ" (تفریح) کے قابل ہوسکیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ دیرینہ آرزو پوری ہوئی اور "یہ تحفہ" عزیز طلباء کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

"نُخْبَۃ"، کے معنیٰ ہیں چنیدہ، منتخب کردہ اور "اَلْفِکَرُ" (فا کے زیر اور کاف کے زبر کے ساتھ)، جمع ہے "فِکْرَۃ" کی جس کے معنیٰ ہیں سوچ بچار، غور و فکر۔ اور مصطلح اور اصطلاح مترادف الفاظ ہیں اور اثر کے معنیٰ ہیں حدیث شریف۔ پس نخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الأثر کے معنیٰ ہیں، "محدثین کی اصطلاحات (یعنی فن اصولِ حدیث) کے سلسلہ میں چنیدہ افکار و نظریات" —— حقیقت یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سینکڑوں صفحات میں پھیلے ہوئے مضامین کو "دریا بکوزہ" کردیا ہے۔ اگر طلباء اس متنِ متین کو محفوظ کرلیں تو امید ہے کہ فن بڑی حد تک اُن کی گرفت میں آجائے گا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس متن کی خود مُمَزَّج شرح لکھی ہے جس کا نام "نزھۃ النظر" (نگاہ کی تفریح) ہے۔ مدارسِ اسلامیہ میں متن و شرح کا یہی مجموعہ پڑھایا جاتا ہے اور عرفِ عام

میں اسی مجموعہ کو "نخبۃ" کہتے ہیں۔ البتہ حقیقت پسند لوگ "شرح نخبہ" کہتے ہیں کیونکہ "نخبۃ" متن کا نام ہے۔ یہ "تحفہ" اسی "نخبہ" کی شرح ہے۔ نزھۃ کی شرح نہیں ہے۔

اس کی ترتیب اسی طرح ہے کہ اوپر نخبۃ الفکر مشکل (با اعراب) رکھا گیا ہے، تاکہ طلباء اس کو حفظ کر سکیں، متن کا حفظ کرنا نہایت معمولی کام ہے، طلبہ ہمت کریں تو ان شاء اللہ پندرہ دن میں پورا متن حفظ ہو جائے گا۔ روزانہ سبق کی ایک مقدار متعین کر کے یاد کرتے رہیں، اور استاذ صاحب کو یا کسی ساتھی کو سناتے رہیں۔ اگر ہمت مردانہ سے کام لے کر طلبہ نے متن یاد کر لیا تو ان شاء اللہ زندگی بھر اسکے فوائد و برکات سے متمتع ہونگے۔

متن کے نیچے "درسی ترجمہ" ہے۔ اس طرح کا ترجمہ میں نے بالقصد کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ ترجمہ طلباء کے لئے زیادہ مفید ہوگا۔ وہ ترجمہ اصل عبارت سے ملا کر ان شاء اللہ کتاب خود حل کریں گے۔ پھر نیچے "تحفۃ الدُّرَر" ہے اس میں پوری کتاب اپنے الفاظ میں مرتب کی گئی ہے اور ہر ہر اصطلاح کی علیحدہ علیحدہ تعریف دی گئی ہے۔ اگر طلباء موتیوں کی اس لڑی کو قبول کرلیں تو ان شاء اللہ فن ان کی گرفت میں آجائے گا۔ اور وہ نزھۃ حل کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

"تحفہ" کا یہ تخیل مجھے "حسن النظر" سے حاصل ہوا ہے۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے مولانا عبدالرحمٰن مدرس مدرسہ سلیمانیہ بھوپال کا، جسے نصف صدی پہلے حضرت اقدس مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ جو اب بالکل نایاب ہے لیکن اس سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ مگر نقل نہیں کی، بلکہ اس سے بہتر اور مفید تر "تحفہ" پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ پیش رو دونوں بزرگوں کو ان کی سعیٔ جمیل کا بہترین صلہ عطا فرمائیں اور مجھ حقیر و بے علم کی یہ محنت محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائیں۔

(آمین یا ربّ العالمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری
خادم دار العلوم دیوبند
یکم ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ

نخبۃ الفکر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ عَالِمًا قَدِیْرًا، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ الَّذِیْ أَرْسَلَہٗ إِلَی النَّاسِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَنَذِیْرًا۔
أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ التَّصَانِیْفَ فِی اصْطِلَاحِ أَھْلِ الْحَدِیْثِ قَدْ کَثُرَتْ وَبُسِطَتْ وَاخْتُصِرَتْ فَسَأَلَنِیْ بَعْضُ الْإِخْوَانِ أَنْ أُلَخِّصَ لَہُ الْمُھِمَّ مِنْ ذٰلِکَ فَأَجَبْتُہٗ إِلٰی سُؤَالِہٖ رَجَاءَ الْإِنْدِرَاجِ فِیْ تِلْکَ الْمَسَالِکِ

ترجمہ:۔ تمام تعریفیں اس اللہ پاک کے لئے ہیں، جو ہمیشہ جاننے والے (اور) قدرت والے ہیں اور بے پایاں رحمتیں اتاریں اللہ تعالیٰ ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی طرف خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔
حمد وصلوٰۃ کے بعد، پس یقیناً "اصول حدیث" میں تصنیفات بہت ہو چکی ہیں، تفصیل سے بھی لکھی گئی ہیں، اور اختصار کے ساتھ بھی، اب مجھ سے بعض بھائیوں (شاگردوں) نے درخواست کی کہ میں اُن کے لئے اُن (کتابوں) میں سے اہم مباحث کی تلخیص کروں۔ چنانچہ میں نے (اس کتاب کے ذریعہ) اُن کی درخواست پوری کی، اُن (خدام حدیث کی) راہوں میں داخل ہونے کی امید سے۔

فاقول: الخبر: إِمَّا أَنْ یَکُوْنَ لَہٗ طُرُقٌ بِلَا عَدَدٍ مُعَیَّنٍ أَوْ مَعَ حَصْرٍ بِمَا فَوْقَ الْاِثْنَیْنِ، أَوْ بِھِمَا، أَوْ بِوَاحِدٍ فَالْأَوَّلُ: المتواتر المفید للعلم الیقینی بشروطہ والثانی: اَلْمَشْھُوْرُ وَھُوَ المستفیض علٰی رَأْیٍ وَالثَّالِثُ: العزیزُ ولیس شرطا للصحیح خلافا لمن زَعَمَہٗ وَالرَّابِعُ: الغَرِیْبُ۔ وَسِوَی الْأَوَّلِ آحَادٌ

ترجمہ:۔ تو میں کہتا ہوں کہ "خبر" کے لئے یا تو متعدد سندیں ہوں گی، بغیر کسی معین تعداد کے،

یا تعداد کی تعیین کے ساتھ ہوں گی، دوؔ سے زیادہ (کی تعیین) کے ساتھ، یا دوؔ کے ساتھ، یا ایک کے ساتھ، پس قسمِ اوّل "متواتر" ہے، جو علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، اپنی شرائط کے ساتھ، اور قسم دوم "مشہور" ہے اور وہی "مستفیض" ہے ایک خیال کے مطابق، اور قسم سوم عزیز ہے۔ اور وہ (عزیز ہونا) شرط نہیں ہے حدیث کے صحیح ہونے کے لئے، برخلاف اُن لوگوں کے جن کا یہ گمان ہے۔ اور قسم چہارم "غریب" ہے اور قسم اوّل کے علاوہ (باقی تینوں قسمیں) "آحاد" ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِی بِنِعۡمَتِهٖ تَتِمُّ الصالحات، والصلوٰة والسلام علی سید الکائنات محمد وعلی آله وصحبه اجمعین، امّا بعد:۔

اقسام حدیث بلحاظ تعداد اسانید: سندوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث شریف کی چار قسمیں ہیں۔ متواتر، مشہور (مستفیض)، عزیز اور غریب ہے۔

سَنَد حدیث: راویوں کے سلسلہ کو "طریق" اور "سند" کہتے ہیں مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

حَدثنا مَکِّیُّ بن ابراهیم قال حدثنا یزید بن ابی عُبَیدٍ عن سَلَمَةَ قال: سمعتُ النبی صلی الله علیه وسلم یقول: "مَن یَقُلۡ عَلَیَّ مَا لَم اَقُلۡ فَلۡیَتَبَوَّأۡ مَقۡعَدَهٗ من النار" اس میں شروع سے عن سلمة تک حدیث شریف کی سند اور طریق ہے اور من یقل سے آخر تک "مَتۡن" ہے

حدیث متواتر:۔ وہ ہے جس کی سندیں بکثرت ہوں اور کثرت کے لئے کوئی تعداد متعین نہیں ہے۔

شرائط تواتر: تواتر کے لئے پانچ شرطیں ہیں (۱) سندوں کی کثرت (۲) رُوات کی تعداد اتنی ہو کہ اُن سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا، یا اتفاقاً اُن سے جھوٹ کا صادر ہونا عادةً محال ہو (۳) سند کی ابتداء سے انتہا تک ہر طبقہ میں رُوات کی یہ کثرت باقی رہی ہو (۴) روایت کا منتہیٰ کوئی امر حسّی ہو (یعنی آخری راوی کسی بات کا سُننا یا کسی کام کا دیکھنا بیان کرے)، (۵) اُن روات کی خبر سے سامع کو علم یقینی حاصل ہوا ہو۔

تنبیہ: اس پانچویں شرط کو بعض لوگوں نے متواتر کا فائدہ کہا ہے۔

متواتر کا فائدہ:- جب تواتر کی تمام شرطیں پائی جائیں گی تو اس حدیثِ متواتر سے علمِ یقینی بدیہی حاصل ہوگا۔

تنبیہ (۱):- اگر شرائط پائے جانے کے باوجود کسی خاص مانع سے علم یقینی بدیہی حاصل نہ ہو تو وہ متواتر نہیں ہے بلکہ اس کو "مشہور" کہیں گے۔

تنبیہ (۲) متواتر کے راویوں کی تعداد میں بہت اختلاف ہے، تحقیق یہ ہے کہ کوئی تعداد متعین نہیں ہے بلکہ حسب موقع اتنی کثرت ہونی چاہیئے کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا، یا اتفاقاً ان سے جھوٹ کا صادر ہونا عادۃً محال ہو۔

متواتر کی مثال:- وہی حدیث شریف ہے جو ابھی اوپر بیان ہوئی یعنی من کذب عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (جان بوجھ کر جو شخص میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں ڈھونڈلے) علاوہ ازیں مسح علی الخفین کی روایات اور ختم نبوت کی روایات بھی متواتر ہیں۔

حدیث مشہور:- وہ ہے جس کے راوی ہر طبقہ میں دو سے زائد ہوں مگر تواتر کی تعداد سے کم ہوں یا اس سے علم یقینی بدیہی حاصل نہ ہو۔

تنبیہ:- عرفِ عام میں "مشہور" بے اصل بات کو بھی کہتے ہیں، وہ یہاں مراد نہیں ہے۔

حدیث مستفیض:- بعض لوگوں کے نزدیک حدیث مشہور ہی کو مستفیض بھی کہتے ہیں۔ اور بعض نے اتنی قید اور زائد کی ہے کہ "ہر طبقہ میں راویوں کی تعداد یکساں ہو" کسی طبقہ میں کم زائد نہ ہوئی ہو۔ مثلاً سند کے شروع میں راویوں کی تعداد چار ہے تو آخر تک ہر طبقہ میں تعداد چار ہی رہی ہو، کم و بیش نہ ہوئی ہو۔

نسبت:- پہلی رائے کے اعتبار سے مشہور اور مستفیض میں تساوی کی نسبت ہے اور دوسری رائے کے اعتبار سے مشہور عام ہے اور مستفیض خاص۔

مشہور کی مثال:- مشہور حدیثیں بہت ہیں۔ بطور مثال دو حدیثیں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) المُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ المسلمون مِن لسانه ويَدِهِ، والمهاجر من هَجَرَ ما حَرَّمَ الله (سچا پکا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان محفوظ رہیں اور سچا مہاجر وہ ہے جو ان کاموں کو چھوڑ دے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کئے ہیں)

(۲) لَا يُؤْمِنُ احدُكُم حتى اكونَ أَحَبَّ إليه من والِدِهٖ وولَدِهٖ (تم میں سے

کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُسے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہوں)

حدیث عزیز:- وہ ہے جس کے راوی دو ہوں، خواہ ہر طبقہ میں دو ہی دو ہوں یا کسی طبقہ میں زائد بھی ہو گئے ہوں مگر کسی طبقہ میں دو سے کم نہ ہوئے ہوں۔

حدیث غریب:- وہ ہے جس کی صرف ایک سند ہو یعنی جس کا راوی صرف ایک ہو خواہ ہر طبقہ میں ایک ہی ہو یا کسی طبقہ میں زائد بھی ہو گئے ہوں۔

کیا حدیث کے صحیح ہونے کے لئے عزیز ہونا شرط ہے؟ نہیں! حدیث کے صحیح ہونے کے لئے عزیز ہونا یعنی کم از کم دو سندوں کا ہونا شرط نہیں ہے۔ غریب حدیث بھی صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اس کا راوی معتبر ہو البتہ بعض لوگوں کے نزدیک حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اس کا عزیز ہونا شرط ہے، اُن کے نزدیک غریب حدیث صحیح نہیں ہو سکتی، مگر ان کا قول صحیح نہیں ہے۔

آحاد:- متواتر کے علاوہ باقی تینوں قسموں کو یعنی مشہور، عزیز اور غریب کو "آحاد" کہتے ہیں۔

> وَفِيهَا الْمَقْبُولُ وَفِيهَا الْمَرْدُودُ لِتَوَقُّفِ الاسْتِدْلَالِ بِهَا عَلَى الْبَحْثِ عَنْ أَحْوَالِ رُوَاتِهَا دُوْنَ الْأَوَّلِ وَقَدْ يَقَعُ فِيهَا مَا يُفِيدُ الْعِلْمَ النَّظَرِيَّ بِالْقَرَائِنِ عَلَى الْمُخْتَارِ،

ترجمہ:- اور اُن (آحاد) میں "مقبول" بھی ہیں اور اُن میں "مردود" بھی ہیں، اُن سے استدلال موقوف ہونے کی بنا پر، اُن کے راویوں کے احوال کی چھان بین پر، نہ کہ اول کے (یعنی قسمِ اول متواتر سے استدلال، رواۃ کی تحقیق پر موقوف نہیں ہے) اور کبھی اُن (آحاد) میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے جو علمِ نظری کا فائدہ دیتی ہے، قرائن کی وجہ سے۔ قولِ مختار پر۔

آحاد کی قسمیں:- راویوں کے حالات کے اعتبار سے آحاد کی دو قسمیں ہیں، مقبول اور مردود (یعنی ناقابلِ عمل)

مقبول:- وہ خبرِ واحد ہے جس کے سب راوی معتبر (ثقہ) ہوں

مردود :- وہ خبر واحد ہے جس کا کوئی راوی غیر معتبر (ضعیف) ہو

تنبیہ :- کوئی حدیث شریف فی نفسہ مردود (غیر مقبول) نہیں ہو سکتی، صرف راوی کے غیر معتبر ہونے کی وجہ سے مردود کہلاتی ہے۔

آحاد کی دو قسمیں کیوں؟ اس لئے کہ اخبارِ آحاد سے استدلال موقوف ہے اُن کے رُوات کے احوال کی چھان بین پر، اور راوی معتبر بھی ہوتے ہیں اور غیر معتبر بھی۔ اس لئے آحاد کی دو قسمیں ہو گئیں۔ تحقیق سے جس حدیث کے تمام رُوات معتبر ثابت ہوں گے وہ مقبول ہوگی اور جس کا کوئی بھی ایک راوی غیر معتبر ہوگا وہ مردود (غیر مقبول) ہوگی

کیا متواتر کے راویوں کی تحقیق ضروری ہے؟ نہیں! حدیث متواتر کے رُوات کی تحقیق ضروری نہیں ہے کیونکہ اس میں رواۃ کی کثرت کی وجہ سے نیز دیگر شرائط کی وجہ سے ادنیٰ شک و شبہ باقی نہیں رہتا

اخبارِ آحاد بھی کبھی علم نظری کا فائدہ دیتی ہیں :- پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حدیثِ متواتر سے ہمیشہ علم یقینی بدیہی حاصل ہوتا ہے اب جاننا چاہیے کہ اخبار آحاد سے کبھی علم یقینی نظری (استدلالی) حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ ایسے قرائن موجود ہوں جو مفید علم یقینی ہوں۔ بعض لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ مگر قولِ مختار یہی ہے کہ آحاد قرائن موجود ہونے کی صورت میں علم یقینی نظری کا فائدہ دیتی ہیں"

ثُمَّ الْغَرَابَةُ إِمَّا أَنْ تَكُوْنَ فِي أَصْلِ السَّنَدِ أَوْ لَا. فَالْأَوَّلُ الْفَرْدُ الْمُطْلَقُ۔ وَالثَّانِي، الْفَرْدُ النِّسْبِيُّ وَيَقِلُّ إِطْلَاقُ الْفَرْدِيَّةِ عَلَيْهِ

ترجمہ :- پھر "غرابت" یا تو سند کے شروع میں ہوگی (یعنی صحابی کی جانب میں) یا سند کے شروع میں نہ ہوگی (بلکہ نیچے ہوگی) پس اوّل "فرد مطلق" اور دوم "فرد نسبی" ہے۔ اور ثانی پر فرد ہونے کا اطلاق بہت کم ہے۔

حدیث غریب:۔ وہ ہے جس کا راوی صرف ایک ہو، خواہ ہر طبقہ میں ایک ہی ایک ہو یا کسی بھی طبقہ میں ایک رہ گیا ہو۔

اقسام غرابت:۔ غرابت کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں: فردِ مطلق اور فردِ نسبی۔

فردِ مطلق:۔ وہ ہے جس کی سند کے شروع میں یعنی طبقہ تابعین میں غرابت ہو بایں طور کہ صرف ایک ہی تابعی اس حدیث کو روایت کرتے ہوں، جیسے حدیث شریف۔

اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ، لَا يُبَاعُ، وَلَا يُوْهَبُ، وَلَا يُوْرَثُ،

(وَلاءُ ایک قرابت ہے نسبی قرابت کی طرح، وہ نہ بیچی جا سکتی ہے، نہ بخشش کی جا سکتی ہے اور نہ ہی میراث میں دی جا سکتی ہے) اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صرف عبداللہ بن دینار (مشہور تابعی) روایت کرتے ہیں۔ پس یہ حدیث فردِ مطلق ہے

نوٹ:۔ کسی حدیث کے راوی صرف ایک صحابی ہوں تو وہ حدیث غریب نہیں کہلائیگی، صحابی کا تفرد مضر نہیں ہے

تنبیہ:۔ فردِ مطلق میں جو غرابت اصل سند میں ہوتی ہے وہ کبھی نیچے تک بھی باقی رہتی ہے بلکہ کبھی تو مصنف کتاب تک ایک ایک راوی ہی روایت کرتا چلا جاتا ہے۔

فردِ نسبی:۔ وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں تو غرابت نہ ہو البتہ وسطِ سند میں یا آخرِ سند میں غرابت ہو۔ یہ غرابت کسی خاص صفت کے اعتبار سے ہوتی ہے مثلاً کسی استاذ سے کسی حدیث کے متعدد راوی ہیں مگر ان میں سے ثقہ ایک ہی ہے۔ یا کسی خاص محدث سے روایت کرنے والا ایک ہی راوی ہے تو یہ راوی کی ثقاہت کے اعتبار سے اور معین استاذ سے روایت کرنے کے اعتبار سے غرابت (تفرد) ہے اس لئے اس کو فردِ نسبی (یعنی بالنسبۃ الی شیئ) کہا جاتا ہے۔

غریب اور فرد میں فرق:۔ لغت کے اعتبار سے تو دونوں لفظ مترادف ہیں مگر محدثین عام طور پر فرد کا لفظ "فردِ مطلق" کے لئے استعمال کرتے ہیں، فردِ نسبی کے لئے لفظ "فرد" بہت کم استعمال کرتے ہیں، اس کے لئے زیادہ تر لفظ "غریب" استعمال کرتے ہیں۔

تنبیہ:۔ یہ اصطلاحی فرق صرف لفظ "فرد" اور لفظ "غریب" کے استعمال میں ہے، اُن کے مشتقات کے استعمال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں کے لئے تَفَرَّدَ بِہٖ

فلانٌ اور اَغْرَبَ فیہ فلانٌ استعمال کرتے ہیں۔

وَخَبَرُ الْآحَادِ ، بِنَقْلِ عَدْلٍ، تَامِّ الضَّبْطِ، مُتَّصِلِ السَّنَدِ غَيْرِ مُعَلَّلٍ، وَلَا شَاذٍّ، هُوَ الصَّحِيحُ لِذَاتِهِ ؛

ترجمہ :۔ اور "خبر آحاد" اچھی طرح محفوظ کرنے والے، معتبر راوی کے بیان کرنے سے، سندِ متصل کے ساتھ، جو معلول بھی نہ ہو، اور شاذ بھی نہ ہو، یہی (حدیث) "صحیح لذاتہ" ہے

اخبار آحاد کی قسمیں

مقبول اخبار آحاد کی چار قسمیں ہیں صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ

صحیح لذاتہ :۔ وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل (ثقہ یعنی معتبر) ہوں، اور حدیث شریف کو سند کے ساتھ خوب اچھی طرح محفوظ کرنے والے ہوں، اور اس کی سند متصل ہو (یعنی سند میں سے کوئی راوی چھوٹ نہ گیا ہو) اور اسناد میں کوئی علتِ خفیہ (پوشیدہ) نہ ہو اور وہ روایت شاذ بھی نہ ہو۔

عادل :۔ وہ راوی ہے جو کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو نیز ایسی معمولی باتوں سے بھی بچتا ہو جس سے انسان کا تقویٰ متاثر ہوتا ہے۔ جیسے راستہ میں بول و براز کرنا، یا راستہ میں کوئی چیز کھانا یا بدکار لوگوں سے میل جول رکھنا وغیرہ۔

ضبط :۔ خوب حفاظت کرنا، اچھی طرح سے یاد رکھنا۔

اقسام ضبط :۔ ضبط کی دو قسمیں ہیں ضبط الصدر اور ضبط الکتابہ۔

ضبط الصدر :۔ خوب اچھی طرح یاد رکھنا کہ جب چاہے بلا تکلف بیان کر سکے، کچھ رکاوٹ نہ ہو۔

ضبط الکتابہ :۔ خوب اچھی طرح لکھ رکھنا، لکھے ہوئے کی تصحیح کر لینا اور مشتبہ کلمات پر اعراب لگا لینا۔

سندِ متصل :۔ وہ سند ہے جو مسلسل ہو، کوئی راوی سلسلۂ سند سے ساقط نہ ہوا ہو۔

حدیث معلل :۔ وہ حدیث ہے جس میں راوی نے وہم کی وجہ سے کچھ تغیر تبدل کر دیا ہو، اور اس وہمی تغیر و تبدل کا قرائن سے اور تمام سندوں کو جمع کرنے کی وجہ سے

پتہ چل گیا ہو، یہی وہمی تغیر و تبدل علتِ خفیہ ہے جس کی موجودگی میں حدیث شریف صحیح لذاتہ نہیں ہو سکتی، حدیث صحیح لذاتہ کا ایسے وہمی تغیر و تبدل سے محفوظ ہونا بھی ضروری ہے۔

شاذ :- وہ حدیث ہے جس کا راوی ثقہ ہو مگر اس کی روایت اس سے اوثق کی روایت کے خلاف ہو، ایسی روایت بھی صحیح لذاتہ نہیں ہو سکتی، صحیح لذاتہ کے لئے شذوذ سے محفوظ ہونا بھی ضروری ہے اور بعض محدثین ایسے راوی کی روایت کو بھی شاذ کہتے ہیں جس کا سوءِ حافظہ (یادداشت کی خرابی) لازمی ہو۔

نوٹ :- شاذ کی صحیح تعریف پہلی ہی ہے۔

> وَتَتَفَاوَتُ رُتَبُهُ بِسَبَبِ تَفَاوُتِ هٰذِهِ الْأَوْصَافِ وَمِنْ ثَمَّ قُدِّمَ صَحِيحُ الْبُخَارِيِّ ، ثُمَّ مُسْلِمٍ، ثُمَّ شَرْطُهُمَا۔

ترجمہ :- اور متفاوت (مختلف) ہوتے ہیں "صحیح لذاتہ" کے مراتب، ان اوصاف کے متفاوت ہونے کی وجہ سے۔ اور اسی جگہ سے (یعنی مراتب کے تفاوت ہی کی وجہ سے) مقدم کی گئی ہے۔ صحیح بخاری، پھر صحیح مسلم، پھر دونوں کی شرطیں۔

کیا سب صحیح لذاتہ حدیثیں ایک درجہ کی ہیں؟ نہیں! سب صحیح لذاتہ حدیثیں ایک درجہ کی نہیں ہیں بلکہ راویوں کے اوصاف کے تفاوت سے صحیح لذاتہ حدیثیں بھی متفاوت ہوتی ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ صحیح لذاتہ کے تمام راویوں کا اگرچہ عادل اور تام الضبط ہونا ضروری ہے مگر پھر وصفِ عدالت اور تام الضبط ہونے میں تشکیک (درجات کا تفاوت) ہے بعض رواۃ میں یہ اوصاف اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں اور بعض میں اُن سے کچھ کم ہوتے ہیں، پس اگر کسی حدیث کے سب راویوں میں یہ اوصاف اعلیٰ درجہ کے ہوں تو وہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح لذاتہ ہے اور اگر اوصاف کچھ کمتر ہیں تو اس صحیح لذاتہ کا رتبہ کم ہو جائے گا، اگرچہ کہلائے گی وہ بھی صحیح لذاتہ مگر مرتبہ میں کمتر ہوگی، اسی وجہ سے بخاری شریف کا رتبہ سب سے اونچا ہے۔ کیونکہ بخاری شریف کے راویوں میں وصفِ

عدالت اور کمالِ ضبط دوسری کتابوں کے راویوں سے زائد ہے۔

پھر صحیح مسلم شریف کا درجہ ہے:۔ کیونکہ اس کے راویوں کے اوصاف اگرچہ بخاری شریف کے راویوں کے اوصاف سے کم تر ہیں مگر دوسری تمام کتابوں کے راویوں کے اوصاف سے برتر ہیں [۱]

پھر شیخین کی شرط کا درجہ ہے:۔ یعنی تیسرے درجہ میں کوئی کتاب نہیں ہے بلکہ وہ حدیثیں ہیں جو شیخین (بخاری ومسلم) کی شرائط کے مطابق ہیں، خواہ وہ کسی بھی کتاب کی ہوں [۲]

شرائطِ شیخین:۔ سے مراد یہ ہے کہ حدیث کے تمام راوی وہ ہوں جن سے بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت لی گئی ہے۔ نیز صحیحین میں حدیث لینے کے لئے جو دیگر شرطیں شیخین کے نزدیک ضروری ہیں۔ وہ سب شرطیں بھی اس حدیث میں پائی جاتی ہوں۔ مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک لقاء (ملاقات) کی شرط اور حدیث کی سند میں اختلاف کا نہ ہونا وغیرہ

فَإِنْ خَفَّ الضَّبْطُ فَالْحَسَنُ لِذَاتِهِ، وَبِكَثْرَةِ الطُّرُقِ يُصَحَّحُ

ترجمہ:۔ پھر اگر ہلکا ہو ضبط (یعنی حدیث محفوظ کرنے میں کچھ کمی ہو) تو (وہ) "حَسَن لذاتہٖ" ہے، اور سندوں کی بہتات (زیادتی) کی وجہ سے (حدیث شریف) صحیح قرار دی جاتی ہے،

حَسَن لذاتہٖ:۔ وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی خفیف الضّبط ہو (یعنی اس کی یادداشت ناقص ہو) اور صحیح لذاتہٖ کی باقی سب شرطیں اس میں موجود ہوں (یعنی رُواۃ کی عدالت، سَند کا اتصال، اسناد کا علت خفیہ سے پاک ہونا اور روایت کا شاذ نہ ہونا)

---

[۱] اور جو حدیث بخاری ومسلم دونوں میں ہے، اس کا رتبہ صرف بخاری شریف کی حدیث سے بھی اونچا ہے۔ ایسی حدیث کو اگر مخرّج حدیث (روایت کرنے والے صحابی) متحد ہو تو "متفق علیہ" کہا جاتا ہے۔

[۲] پھر اس حدیث کا درجہ ہے جو صرف بخاری کی شرائط کے مطابق ہے اور اس کے بعد اس حدیث شریف کا درجہ ہے جو صرف مسلم شریف کی شرائط کے مطابق ہے۔

صحیح لغیرہ ؛۔ وہ حدیث ہے جو دراصل حسن لذاتہ ہے مگر اس کی سندیں اس قدر کثیر ہیں کہ ان سے راوی کے حفظ میں جو کمی تھی اس کی تلافی ہو گئی ہے۔ یعنی حدیث حسن لذاتہ ہی صحیح لغیرہ بن جاتی ہے جب کہ تعددِ طُرق سے ضبط کے نقصان کی تلافی ہو جائے۔

حسن لغیرہ ؛۔ وہ حدیث ہے جس کے کسی راوی میں ثقاہت کی تمام صفات یا بعض صفات نہ پائی جاتی ہوں مگر تعدد طُرق سے نقصان کی تلافی ہو گئی ہو مثلاً کسی حدیث کا راوی مستور الحال ہو یا ضعف حافظہ کی وجہ سے ضعیف ہو مگر تعدد طرق کی وجہ سے قبولیت راجح ہو گئی ہو تو اس کو "حسن لغیرہ" کہتے ہیں۔

نوٹ ؛۔ حسن لغیرہ کا بیان آگے صفحہ ۴۲ پر تفصیل سے آرہا ہے، یہاں مصنف نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے ہم نے اتمام فائدہ کے لئے اس کا ذکر کیا ہے۔

فَإِنْ جُمِعَا فَلِلتَّرَدُّدِ فِي النَّاقِلِ، حَيْثُ التَّفَرُّدُ، وَإِلَّا فَبِاعْتِبَارِ اسْنَادَيْنِ

ترجمہ ؛۔ پھر اگر اکٹھا کی جائیں دونوں (یعنی صحیح اور حسن) تو یہ، راوی میں تردد کی وجہ سے ہوتا ہے، جہاں تفرُّد ہو، ورنہ تو دو سندوں کے اعتبار ہوتا ہے۔

صحیح بھی اور حسن بھی ؛۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی سُنَن میں حسن اور صحیح کو جمع کرتے ہیں اور ھٰذا حَدِیثٌ حسنٌ صحیحٌ کہتے ہیں۔ یہ جمع کرنا دو وجہ سے ہوتا ہے۔

پہلی وجہ ؛۔ جہاں حدیث کی صرف ایک سند ہوتی ہے وہاں دونوں وصف اس لئے جمع کرتے ہیں کہ امام ترمذی کو کسی راوی کے بارے میں تردد ہوتا ہے کہ آیا وہ تام الضبط تھا یا خفیف الضبط؟ اس صورت میں حسن صحیح کے درمیان اَو محذوف ہوگا یعنی یہ حدیث یا تو صحیح ہے یا حسن۔

دوسری وجہ ؛۔ جہاں حدیث کی ایک سے زیادہ سندیں ہوتی ہیں وہاں دونوں وصف جمع کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث ایک سند کے اعتبار سے صحیح ہے اور دوسری سند کے اعتبار سے حسن۔

نوٹ:۔ مصنف رحمہ اللہ نے یہ جو دو وجہیں بیان کی ہیں، اُن میں نظر ہے، تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔ فن کی بڑی کتابوں میں اس کا بیان موجود ہے۔

> وَزِيَادَةُ رَاوِيهِمَا "مَقْبُولَةٌ" مالم تَقَعْ مُنَافِيَةً لِمَنْ هو اَوْثَقُ، فَإِنْ خُولِفَ بِأَرْجَحَ، فَالرَّاجِحُ "المحفوظُ"، ومُقَابِلُه "الشَّاذُّ"، ومع الضَّعْفِ، فَالرَّاجِحُ "المعروفُ" ومقابلُه "المنكر"

تَرجَمَہ:۔ اور حدیث حسن و صحیح کے رُوات کی زیادتی مقبول ہے، جب تک منافی نہ ہو، وہ زیادتی اُس راوی کے (بیان کے) جو اُس سے (اوثق (ثقاہت و اعتبار میں بڑھا ہوا) ہے۔ پھر اگر مخالفت کیا گیا وہ اَرْجَح (برتر) کے ذریعہ، تو راجح "محفوظ" ہے۔ اور اس کی بالمقابل (روایت) "شاذ" ہے، اور ضعف کے ساتھ راجح "معروف" ہے اور اس کی بالمقابل (روایت) "منکر" ہے۔

مضمون کی زیادتی اور اُس کی قسمیں:۔ اگر حدیث صحیح یا حسن کا راوی کوئی زائد مضمون بیان کرے تو اس زیادتی کی پانچ قسمیں ہیں:۔

مقبُول، محفوظ، شَاذ، معرُوف اور مُنکَر

مقبول:۔ ثقہ راوی کی وہ زیادتی ہے جو اَوْثَق کے خلاف نہ ہو۔ اس کے اِس زائد مضمون کو یا تو مستقل حدیث قرار دیں گے یا حدیث کا باقی ماندہ حصّہ کہیں گے، جسے اوثق راوی کسی وجہ سے بیان نہیں کر سکا ہے۔

شاذ اور محفوظ:۔ اگر ثقہ راوی کا بیان اَرْجَح کے خلاف ہو تو ثقہ کے بیان کو "شاذ" اور ارجح کے بیان کو "محفوظ" کہیں گے۔

نوٹ:۔ ثقہ راوی عام ہے خواہ حدیث صحیح کا راوی ہو یا حسن کا۔ اور اَرْجَح کی اَرْجَحِیَّت بھی عام ہے خواہ ضبط کی زیادتی کی وجہ سے راجح ہو یا تعداد کی کثرت کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے راجح ہو اور مخالفت ایسی ہو کہ اس زیادتی کو لینے کی صورت میں ارجح کی روایت کا رد کرنا لازم آئے۔

معروف و منکر:۔ اگر ضعیف راوی کا بیان ثقہ راوی کے خلاف ہے تو ضعیف راوی کے

بیان کو "منکر" اور ثقہ کے بیان کو "معروف" کہیں گے (منکر کی ایک تعریف اور آگے ص۳۱ پر آرہی ہے)

وَالْفَرْدُ النِّسْبِيُّ إِنْ وَافَقَهُ غَيْرُهُ فَهُوَ "الْمُتَابِعُ"؛ وَإِنْ وُجِدَ مَتْنٌ يُشْبِهُهُ فَهُوَ "الشَّاهِدُ"، وَتَتَبُّعُ الطُّرُقِ لِذَلِكَ هُوَ "الِاعْتِبَارُ"

ترجمہ: اور اگر فردِ نسبی کی موافقت کرے کوئی دوسرا راوی تو وہ (دوسرا راوی) "متابع" ہے۔ اور اگر کوئی ایسا متن پایا جائے جو فردِ نسبی کے متن سے ملتا جلتا ہو تو وہ (دوسرا متن) "شاہد" ہے۔ اور اس مقصد کے لئے (یعنی شاہد و متابع کو جاننے کے لئے) سندوں کی تلاش کا نام "اعتبار" ہے۔

متابعت:۔ کسی راوی کا فردِ نسبی راوی کے ساتھ اسنادِ حدیث میں موافقت کرنا۔

متابِع اور متابَع:۔ ایک راوی فردِ نسبی مانا جارہا تھا پھر تتبع و تلاش سے دوسرا راوی مل گیا جو فردِ نسبی کے ساتھ اسنادِ حدیث میں موافق ہے تو یہ دوسرا راوی متابِع کہلاتا ہے اور پہلا راوی جو فردِ نسبی سمجھا جارہا تھا متابَع کہلاتا ہے۔

متابعتِ تامہ اور قاصرہ:۔ اگر موافقت راوی کے شیخ (یعنی استاذ) میں ہو تو وہ "متابعتِ تامہ" ہے، اور شیخ الشیخ میں ہو تو۔۔ "متابعتِ قاصرہ" ہے۔

شاہد:۔ وہ متنِ حدیث ہے جو فردِ نسبی کے متن کے ساتھ موافق ہے، خواہ لفظاً اور معنیً دونوں طرح موافق ہو یا صرف معنیً موافق ہو۔

تنبیہ:۔ متابع پر شاہد کا اور شاہد پر متابع کا اکثر اطلاق کر دیا جاتا ہے۔

اعتبار:۔ فردِ نسبی کی روایت کے لئے متابع یا شاہد تلاش کرنا، اور اس مقصد کے لئے حدیث کی سندوں کو جمع کرنا۔

نوٹ:۔ فردِ نسبی کا بیان ص۱۴ پر گذر چکا ہے۔

ثُمَّ الْمَقْبُوْلُ إِنْ سَلِمَ مِنَ الْمُعَارَضَةِ فَهُوَ "الْمُحْكَمُ"، وَإِنْ عُوْرِضَ بِمِثْلِهِ، فَإِنْ أَمْكَنَ الْجَمْعُ فَهُوَ "مُخْتَلِفُ الْحَدِيْثِ"، أَوْ ثَبَتَ الْمُتَأَخِّرُ فَهُوَ "النَّاسِخُ"، وَالْآخَرُ "الْمَنْسُوْخُ"، وَإِلَّا فَالتَّرْجِيْحُ، ثُمَّ "التَّوَقُّفُ"

ترجمہ:۔ پھر (حدیثِ) مقبول اگر معارضہ (مخالفت) سے محفوظ ہو تو وہ "محکم" ہے۔ اور اگر وہ (حدیثِ مقبول) اُسی جیسی حدیث سے مقابلہ کی گئی ہے، تو اگر (دونوں کو) جمع کرنا ممکن ہے تو وہ "مختلف الحدیث" ہے، یا متأخر (پچھلی) ثابت ہو گئی ہے تو وہ "ناسخ" ہے اور دوسری "منسوخ" ہے، ورنہ تو ترجیح ہے پھر توقف ہے (یعنی پہلے ترجیح سے کام لیا جائے گا، اگر ترجیح ممکن نہ ہو تو اس پر عمل کرنے میں توقف کیا جائیگا)

حدیث مقبول کی تقسیم:۔ احادیث میں باہمی تعارض کے اعتبار سے حدیث مقبول کی سات قسمیں ہیں:۔ محکم، مختلف الحدیث، ناسخ، منسوخ، راجح مرجوح اور متوقف فیہ۔

تعارض:۔ احادیث کا اس طرح باہم مختلف ہونا کہ اگر ایک پر عمل کیا جائے تو دوسری پر عمل ممکن نہ ہو۔

متعارض:۔ وہ احادیث ہیں جو بظاہر باہم مخالف ہوں۔

تنبیہ:۔ احادیث میں باہم مخالفت ہرگز نہیں ہو سکتی، ہمیشہ ایک دوسری کی مؤید ہوتی ہے مگر بعض مرتبہ ہماری ناقص سمجھ سے احادیث میں تعارض نظر آتا ہے، جو غور و فکر اور تحقیق کے بعد دور ہو جاتا ہے۔

مُحکم:۔ وہ حدیث ہے جس کی مخالف کوئی حدیث نہ ہو (یہ بالیقین معمول بہ ہے)

مُختلفُ الحدیث:۔ وہ متعارض حدیثیں ہیں جو صحت میں برابر ہوں اور ان میں جمع (یعنی اُن کے اختلاف کو دور کرنا) ممکن ہو جیسے حدیث لَا عَدْوٰی (مرض متعدی نہیں ہوتا) اور فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ (جذامی سے بھاگو) اس دوسری حدیث سے مرض کا متعدی ہونا مفہوم ہوتا ہے، اسی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے کوڑھی سے دور رہنے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ مگر جمع ممکن ہے کہ حقیقۃً اور بالذات تو مرض متعدی نہیں ہوتا مگر بعض امراض میں، مریض کے ساتھ اختلاط منجملہ اسباب مرض ہوتا ہے پس اس سے دیگر اسباب مرض کی طرح احتراز کرنا چاہئے یا یہ کہا جائے کہ کوڑھی سے دور رہنے کا حکم بدعقیدگی کے سد باب کے لئے ہے۔ کیونکہ اختلاط کی صورت میں اگر بقضائے الٰہی کوڑھ ہو گیا تو فسادِ عقیدہ کا اندیشہ ہے

ناسخ و منسوخ:- وہ متعارض حدیثیں ہیں جو صحت میں برابر ہوں، اور ان میں جمع ممکن نہ ہو، مگر تاریخ سے ایک کا مقدم اور دوسری کا مؤخر ہونا ثابت ہو جائے تو مقدم کو "منسوخ" اور مؤخر کو "ناسخ" کہیں گے، جیسے حلتِ متعہ کی حدیث اور مامسّت النار سے وضو ٹوٹنے کی حدیث مقدم ہے پس وہ منسوخ ہے اور تحریم متعہ اور وضو نہ ٹوٹنے کی روایات مؤخر ہیں پس وہ ناسخ ہیں۔

راجح اور مرجوح:- وہ متعارض حدیثیں ہیں جو صحت میں برابر ہوں، اور اُن میں جمع بھی ممکن نہ ہو اور اُن میں تقدم و تاخر بھی ثابت نہ ہو مگر کسی ایک کو ترجیح دینا ممکن ہو تو جس حدیث کو عمل کے لئے ترجیح دیں گے وہ "راجح" کہلائے گی، اور دوسری "مرجوح"، مثلاً دو حدیثیں ہیں ایک سے کسی چیز کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور دوسری سے حلت تو حرمت ثابت کرنے والی حدیث کو عمل کے لئے ترجیح دیں گے، کیونکہ اس میں احتیاط ہے پس وہ راجح ہو گی اور دوسری مرجوح۔

متوقف فیہ:- وہ متعارض حدیثیں ہیں جو صحت میں برابر ہوں مگر نہ ان میں جمع ممکن ہو نہ تقدم و تاخر ثابت ہو اور نہ ہی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن ہو تو جب تک اُن حدیثوں میں سے کسی ایک پر عمل کی کوئی صورت ظاہر نہ ہو توقف کیا جائے گا اور کسی پر بھی عمل نہیں کیا جائے گا اور وہ حدیثیں "متوقف فیہ" کہلائیں گی۔

ثم المَرْدُوْدُ: إمّا أن يكونَ لِسَقْطٍ، أو طَعْنٍ، فالسَّقْطُ: إمّا أن يكونَ من مبادئ السَّنَدِ، من مُصَنِّفٍ، أو من آخِرِه، بعد التَّابِعِيِّ، أو غيرِ ذٰلِكَ، فَالأَوَّلُ: "المُعَلَّقُ"، وَالثَّانِي: "المُرْسَلُ"، والثالث: إن كانَ بِاثْنَيْنِ، فَصَاعِدًا، مَعَ التَّوَالِي، فهو "المُعْضَلُ"

وَإِلَّا فَالْمُنْقَطِعُ

ترجمہ:- پھر حدیثِ مردود یا تو مردود ہوگی سَقْطُ (ترکہ) کی وجہ سے یا طَعْن (عیب) کی وجہ سے۔ پھر سَقْط یا تو ابتدائے سند میں ہوگا، مصنّف کے تصرّف سے، یا آخر سند میں ہوگا، تابعی کے بعد، یا ان کے علاوہ (کہیں) ہوگا۔ پس اوّل "مُعَلَّق" ہے اور دوم "مرسل" ہے اور سوم اگر ترکہ دو راویوں کا یا زیادہ کا پے بہ پے ہو تو "مُعْضَل" ہے، ورنہ "منقطع" ہے

حدیثِ مردود:- وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی غیر معتبر ہو،

اسباب رد:- کسی حدیث کے ناقابلِ عمل ہونے کے دو سبب ہیں ایک سَقْط (ترکہ) دوسرا طَعْن (عیب)

طَعْن[1]:- راوی میں کوئی ایسی خرابی اور عیب ہونا جو قبولِ حدیث کے لئے مانع ہو، ایسے طعن دس[1] ہیں جن کی تفصیل آگے آئے گی۔

سَقْط[2]:- اسناد میں کسی راوی کے چھوٹ جانے کا نام سَقْط ہے۔ سَقْط کی دو قسمیں ہیں واضح اور خفی[2] (ان کی تفصیل بھی آگے آرہی ہے۔)

بلحاظ سَقْطِ واضح حدیث مردود کی تقسیم:- سقطِ واضح کے اعتبار سے حدیث مردود (غیر مقبول) کی چار[3] قسمیں ہیں:- مُعَلَّق، مُرسَل، مُعْضَل اور مُنْقَطِع

مُعَلَّق[1]:- وہ حدیث ہے جس کی سند کا ابتدائی حصّہ حذف کر دیا گیا ہو یعنی کسی مصنّف نے بالقصد ابتدائے سند سے ایک یا چند راویوں کو حذف کر دیا ہو، خواہ تمام سند حذف کر دی ہو اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر حدیث بیان کی ہو یا صحابی کے علاوہ باقی تمام سند حذف کر دی ہو یا صحابی اور تابعی کے علاوہ باقی سند حذف کی ہو یا مصنّف نے اپنی جانب سے (ابتدائے سند سے) صرف ایک یا چند راویوں کو حذف کیا ہو، سب کو معلّق کہا جاتا ہے)۔

تنبیہ:- مشکوٰۃ شریف میں جو صورت ہے اس کو اصطلاح میں تعلیق نہیں کہا جاتا کیونکہ صاحبِ مشکوٰۃ نے یہ حدیثیں اپنی سند سے روایت نہیں کی ہیں بلکہ دوسری کتابوں سے نقل کی ہیں اور اُن حدیثوں کی سندیں اصل کتابوں میں موجود ہیں، پس ان کو "معلّق" نہیں کہا جائے گا بلکہ اصطلاح میں اُن کو "مجرّد" کہا

جاتا ہے اور ایسا کرنے کا نام "تجرید" ہے۔

حدیثِ مُعلّق کا حکم: جو محدثین ہمیشہ بالالتزام صحیح حدیثیں بیان کرتے ہیں جیسے امام بخاری اور امام مسلم صحیحین[1] میں، اگر یہ محدثین بصیغۂ جزم (یقینی صورت سے) تعلیقات بیان کریں مثلاً قَالَ یا ذَکَرَ کہہ کر بیان کریں تو اُن مصنفین کے اعتبار پر وہ تعلیقات مقبول ہونگی۔ اور اگر وہ بصیغۂ تمریض (غیر یقینی صورت میں) بیان کریں مثلاً یُقَالُ یا یُذْکَرُ وغیرہ کلمات سے بیان کریں تو وہ قابلِ قبول نہ ہوں گی، اُن کی تحقیق ضروری ہوگی اور جو محدثین صحیح اور غیر صحیح ہر طرح کی حدیثیں بیان کرتے ہیں ان کی تعلیقات مقبول نہیں ہیں۔

مُرسَل: وہ حدیث ہے جس کی سند کا آخری حصہ نہ بیان کیا گیا ہو۔ تابعی قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہکر حدیث بیان کرتا ہو، خواہ تابعی بڑے رتبہ کا ہو یا معمولی درجہ کا۔

نوٹ: مرسل کے ایک اور معنیٰ بھی ہیں جو آگے صـ۲۸ پر آئیں گے۔

حدیث مُرسَل کا حکم: حنفیہ کے نزدیک اس تابعی کی مرسل روایتیں معتبر ہیں جو ہمیشہ ثقہ راویوں ہی کے نام حذف کرتے ہیں جیسے حضرت سعید بن المُسَیّب اور اگر وہ تابعی ثقہ اور غیر ثقہ ہر طرح کے راویوں کے نام حذف کرتے ہوں تو ان کی مرسل روایتیں معتبر نہیں ہیں تا آنکہ تحقیق ہو جائے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ تابعی نے وہ روایت کسی صحابی سے نہ سُنی ہو بلکہ ثانی تابعی سے سُنی ہو۔ اور وہ ثقہ نہ ہو، کیونکہ تابعی ثقہ اور غیر ثقہ ہر طرح کے تھے۔

مُعضَل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان سے دو یا زیادہ راوی مسلسل حذف ہو گئے ہوں۔

---

[1] شیخین (بخاری و مسلم) نے صرف صحیحین میں صحیح احادیث درج کرنے کا التزام کیا ہے اپنی دیگر تصنیفات میں اس کا التزام نہیں کیا چنانچہ امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر، جزء القراءۃ اور جزء رفع یدین وغیرہ میں ہر طرح کی حدیثیں لی ہیں نیز امام مسلمؒ نے مسلم شریف کے مقدمہ میں ہر طرح کی احادیث لی ہیں (مقدمۂ مسلم صحیح مسلم کا جزء نہیں ہے بلکہ مستقل کتاب ہے۔ (دیکھئے الاجوبۃ الفاضلۃ للشیخ اللکنوی رحمہ اللہ صـ۲۵ و صـ۲۲ محشی بحواشی شیخ عبدالفتاح ابوغدہ حلبی)

مُنقَطِع :- وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان سے صرف ایک راوی حذف ہوا ہو یا چند راوی حذف ہوئے ہوں مگر مسلسل نہ ہوئے ہوں بلکہ الگ الگ جگہوں سے حذف ہوتے ہوں ۔

ثم قد يكونُ واضحًا أو خفيًّا، فالأوّل: يُدرَكُ بعدمِ التَّلَاقِي، ومن ثَمَّ احتِيجَ إلى التَّارِيخ؛ والثَّاني: المُدَلَّسُ؛ ويَرِدُ بِصِيغَةٍ تَحتَمِلُ اللُّقِيَّ، كَعَن وقَالَ؛ وكذا المُرسَلُ الخَفِيُّ، من مُعَاصِرٍ لَم يَلْقَ

ترجمہ :- پھر سَقَط کبھی واضح ہوتا ہے اور کبھی خفی. قسم اوّل کا عدمِ لقاء (ملاقات نہ ہونے سے) پتہ چلایا جاتا ہے ۔ اور اسی غرض کے لئے تاریخ کی ضرورت پیش آتی ہے اور قسم دوم مُدَلَّس ہے ، اور وہ (مدلّس) ایسے لفظ سے آتی ہے جس میں لقاء (ملاقات) کا احتمال ہوتا ہے جیسے عَنْ اور قَالَ ۔ اور اسی طرح مرسل خفی ایسے معاصر سے جس سے ملاقات نہ ہوئی ہو (یعنی وہ بھی ایسے لفظ سے آتی ہے جس میں لقاء کا احتمال ہوتا ہے ۔

سَقْط کی تقسیم :- سَقْط (یعنی سند سے راوی کے حذف ہو جانے) کی دو قسمیں ہیں ، سَقْطِ واضح اور سَقْطِ خفی

سَقْطِ واضح :- وہ ہے جو آسانی سے معلوم ہو جائے مثلاً پتہ چل جائے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی اور روایت بطور اجازت یا وِجادت بھی نہیں ہے ۔

اجازت :- کی صورت یہ ہے کہ کوئی محدّث کسی راوی کو بالمشافہ (رُوبرو) یا مکاتبت کے ذریعہ یا مراسلت یا اجازتِ عامّہ کے ذریعہ ، اپنی سند سے روایت کی اجازت دیدے ، اگرچہ دونوں میں کبھی بھی ملاقات نہ ہوئی ہو ۔

وِجادت :- کی صورت یہ ہے کہ کسی محدّث کی جمع کردہ کتاب اُسی کے قلم کی لکھی ہوئی مل جائے یا کوئی حدیث کسی محدّث کے قلم کی لکھی ہوئی مل جائے اور

تحقیق ہو جائے کہ یہ کتاب یا یہ حدیث فلاں محدّث کی لکھی ہوئی ہے تو وَجَدْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ کہہ کر اُس محدّث کی سند سے اسکو روایت کرنا جائز ہے اور اس کو رِوَا یا لوجادہ کہتے ہیں۔

فنِّ تاریخ کی ضرورت۔ اسی لئے ہے کہ رُوات میں معاصرت وملاقات کا جاننا نہایت ضروری ہے کیونکہ کسی بھی حدیث کے بارے میں کوئی فیصلہ اُسی وقت کیا جا سکتا ہے جب لقار یا عدم لقار کا علم ہو جائے اور یہ بات رُوات کی تاریخ ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔

سَقطِ خفی:- وہ ہے جو واضح نہ ہو یعنی ہر شخص اس کو نہ سمجھ سکتا ہو صرف ماہرین فن ہی اس کو پا سکتے ہوں۔ سُنار کو جس طرح سونے چاندی کی کھوٹ کے پہچاننے کا خاص ملکہ ہوتا ہے اسی طرح ماہرینِ فن کو پوشیدہ ترکہ کا پتہ چلا لینے کا خاص ملکہ حاصل ہوتا ہے۔

تدلیس:- تدلیس کے معنیٰ ہیں عیب چھپانا دلّس البائع، سامان کا عیب چھپانا اصطلاح میں کے معنی ہیں محدّث کا حدیث کی روایت میں کسی راوی کا نام نہ لینا بلکہ اس سے اُوپر کے راوی کا نام لینا اور لفظ ایسا اختیار کرنا جس میں سماع کا احتمال ہو۔ اس فعل کے مرتکب کو مُدَلِّس اور اس کی روایت کو مُدَلَّس اور راوی کے محذوف ہونے کو سَقط کہتے ہیں۔

مُدَلَّس:- وہ حدیث ہے جس میں سَقطِ خفی ہو یعنی راوی اپنے استاذ کو (جس سے یہ حدیث سنی ہے) حذف کرکے مافوق سے (جس سے لقار تو ہو مگر اس سے یہ حدیث نہ سُنی ہو) اس طرح روایت کرے کہ استاذ کا محذوف ہونا معلوم نہ ہو، بلکہ یہ محسوس ہو کہ مافوق ہی سے سُنا ہے مثلاً کہے کہ عَنْ فُلَان یا قَالَ فُلَان۔

تنبیہ:- ایسی صورت میں اگر راوی صراحۃً مافوق سے اپنا سماع بیان کرے مثلاً سَمِعْتُ وغیرہ کلمات سے روایت کرے تو یہ کِذب (جھوٹ) ہوگا اور اس فعل سے اُس راوی کی عدالت ساقط (ختم) ہو جائے گی۔

تَدلیس کی تقسیم:- تدلیس کی بہت سی صورتیں ہیں مگر مشہور اقسام تین ہیں تدلیس الاسناد، تدلیس الشیوخ اور تدلیس التسویہ۔

تدلیس الاسناد:- یہ ہے کہ محدّث کسی حدیث کو ایسے شیخ سے روایت کرے

جو اس کا ہمعصر ہے مگر اُس سے ملاقات نہیں ہوئی یا ملاقات تو ہوئی ہے مگر اس سے کوئی حدیث نہیں سنی یا حدیث تو سنی ہے مگر یہ حدیث جو بیان کر رہا ہے وہ نہیں سنی، یہ حدیث محدث نے اُس شیخ کے کسی ضعیف یا معمولی شاگرد سے سنی ہے، اُس واسطہ کو حذف کر کے شیخ سے اس طرح روایت کرتا ہے کہ سماع کا وہم ہوتا ہے جیسے بقیۃ بن الولید اور ولید بن مسلم کی تدلیس، تدلیس کی یہ قسم مذموم اور ناجائز ہے۔

تَدلِیسُ الشُیوخ:- یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ کا ذکر غیر معروف نام سے یا غیر معروف کنیت سے یا غیر معروف نسبت سے یا غیر معروف صفت سے کرے تاکہ لوگ اس کو پہچان نہ سکیں کیونکہ وہ ضعیف یا معمولی درجہ کا راوی ہے۔ تدلیس کی یہ صورت بھی نامناسب ہے مگر ناجائز نہیں ہے۔

تَدلِیسُ التَسوِیَہ:- یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ کو تو حذف نہ کرے البتہ حدیث کو عمدہ بنانے کے لئے اوپر کے کسی ضعیف یا معمولی راوی کو حذف کر دے۔ اور وہاں ایسا لفظ رکھ دے جس میں سماع کا احتمال ہو تدلیس کی یہ صورت بدترین قسم ہے اور حرام ہے۔

تَنبِیہ:- کسی محدث کا ثقہ استاذ کو حذف کرنا بھی اگرچہ اصطلاح میں تدلیس کہلاتا ہے مگر وہ مذموم اور ناجائز نہیں ہے جیسے امام سفیان بن عیینہ اور امام بخاری رحمہما اللہ کی تدلیس۔

تَدلیس کیوں کی جاتی ہے؟- تدلیس دو وجہ سے کی جاتی ہے اوّل غرضِ فاسد سے یعنی کسی محدث کا استاذ معمولی درجہ کا ہے اور استاذ کا استاذ عالی رتبہ ہے۔ محدث کو اُس معمولی استاذ سے روایت کرنے میں کسرِ شان محسوس ہوتی ہے اس لئے وہ استاذ کو حذف کر کے علوِ شان کے لئے استاذ الاستاذ سے روایت کرتا ہے (اس مقصد سے تدلیس حرام ہے)

دوسری وجہ یہ ہے کہ محدث اختصار کیلئے استاذ کو حذف کر کے مافوق سے روایت کرتا ہے، جیسا کہ بعض اکابر محدثین نے ایسا کیا ہے۔ (اس کی گنجائش ہے)

تَنبِیہ:- تدلیس کا لفظ جب مطلق استعمال کرتے ہیں تو وہ تدلیس مراد ہوتی ہے جو ناجائز ہے۔

تَدلِیس کا حکم:- جس محدث کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ تدلیس

کرتا ہے اس کی کوئی روایت مقبول نہیں ہے البتہ اگر وہ ثقہ ہو تو اُس کی وہ روایت مقبول ہے جس میں سماع کی تصریح ہو۔

تعلیق و تدلیس میں فرق:۔ دو ہیں (۱) تعلیق میں سقط واضح ہوتا ہے اور تدلیس میں خفی (۲) تعلیق صرف اختصاراً ہوتی ہے اور تدلیس بغرض فاسد بھی ہوتی ہے۔

مُرسَل کے ایک اور معنیٰ:۔ کبھی مرسل سے مطلق انقطاع مراد لیتے ہیں۔ خواہ وہ بصورت معلق ہو یا مُعضَل یا منقطع۔ صحاح ستہ[1] میں لفظ مرسل اس معنیٰ میں بکثرت مستعمل ہوا ہے۔

مُرسَل کی قِسمیں:۔ مرسل کی اس معنیٰ (مُطلق انقطاع) کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں، مرسلِ ظاہر اور مرسلِ خفی۔

مُرسَلِ ظاہر:۔ وہ روایت ہے جس میں انقطاع واضح ہو بایں وجہ کہ راوی ایسے شیخ سے روایت کرتا ہے جو اس کا ہمعصر نہیں ہے (اس کو ظاہر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انقطاع تمام محدثین کیلئے واضح ہوتا ہے)

مُرسَلِ خفی:۔ وہ روایت ہے جس میں انقطاع واضح نہ ہو کیونکہ راوی اپنے شیخ کو حذف کرکے ایسے ہمعصر شیخ سے روایت کرتا ہے جس سے ملاقات نہیں ہوتی (اس کو خفی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انقطاع ماہرین پر بھی کبھی مخفی رہ جاتا ہے

مُرسلِ خفی بھی موھمِ سماع الفاظ سے آتی ھے:۔ مدلّس کی طرح مرسل خفی بھی ایسے الفاظ سے بیان کی جاتی ہے جن سے لقاء و سماع کا دھوکہ ہوتا ہے مثلاً عَنْ فُلَانٍ یا قَالَ فُلَان

مُدلّس اور مُرسلِ خفی میں فرق:۔ مدلّس اور مرسلِ خفی میں فرق یہ ہے کہ مدلّس

---

[1] صحاح ستہ سے مراد حدیث شریف کی وہ چھ کتابیں ہیں جن میں صحیح احادیث درج کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے یعنی بخاری، مسلم (ان کو صحیحین بھی کہتے ہیں) سنن ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ (ان کو سُنَنِ اربعہ بھی کہتے ہیں) بعض نے ابن ماجہ کی جگہ موطأ مالک کو اور بعض نے سنن دارمی کو شمار کیا ہے ۱۲

میں ایسے شیخ کی طرف روایت منسوب کی جاتی ہے جس سے ملاقات تو ہوتی ہے مگر اس سے مطلق سماع نہیں ہوتا یا روایت کردہ حدیث کا سماع نہیں ہوتا اور مرسل خفی میں ایسے شیخ کی طرف روایت منسوب کی جاتی ہے جس سے صرف معاصرت ہوتی ہے اس سے ملاقات نہیں ہوتی۔ پس مخضرمین (یعنی وہ تابعین جنھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کرسکے۔ جیسے حضرت ابو عثمان نہدی قیس بن حازم وغیرہ یہ حضرات اگر قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر روایت کریں تو اس کو مرسل خفی کہیں گے مدلس نہیں کہیں گے۔

ثُمَّ الطَّعْنُ، إِمَّا أَنْ يَكُونَ لِكَذِبِ الرَّاوِي، أَوْ تُهْمَتِهِ بِذٰلِكَ، أَوْ فُحْشِ غَلَطِهِ، أَوْ غَفْلَتِهِ، أَوْ فِسْقِهِ، أَوْ وَهْمِهِ، أَوْ مُخَالَفَتِهِ، أَوْ جَهَالَتِهِ، أَوْ بِدْعَتِهِ، أَوْ سُوْءِ حِفْظِهِ۔

ترجمہ:۔ پھر طعن (خرابی) یا تو راوی کے (روایت میں) جھوٹ بولنے کی وجہ سے ہوگا یا جھوٹ بولنے کے الزام (تہمت) کی وجہ سے، یا (روایت حدیث میں) بے حد غلطی کرنے کی وجہ سے، یا (ضبط میں) غفلت کرنے کی وجہ سے، یا فسق (بدعملی) کی وجہ سے، یا (روایت میں) وہم ہونے کی وجہ سے، یا (ثقہ راوی کی) مخالفت کرنے کی وجہ سے، یا (راوی کی حالت کی) جہالت کی وجہ سے، یا بدعت (بدعقیدگی) کی وجہ سے، یا سوء حفظ (یادداشت کی خرابی) کی وجہ سے ہوگا۔

طعن کا بیان:۔ رد کا دوسرا سبب طعن ہے۔ طعن کے لغوی معنی ہیں نیزہ مارنا اور عیب لگانا اور اصطلاح میں طعن کے معنی ہیں اعتراض، عیب اور خرابی۔

اسباب طعن:۔ دس ہیں پانچ عدالت سے متعلق ہیں اور پانچ ضبط سے متعلق

متعلق بہ عدالت:۔ پانچ اسباب یہ ہیں: کذب، تہمت کذب، فسق، جہالت اور بدعت

متعلق بہ ضبط:۔ پانچ اسباب یہ ہیں، فحش غلط، کثرت غفلت، وہم، مخالفت ثقات

اور سوءِ حفظ۔

متن کی ترتیب کا راز:۔ ماتن رحمہ اللہ نے اسبابِ طعن جس ترتیب سے بیان کیے ہیں اس میں راز یہ ہے کہ جو طعن سب سے زیادہ قبیح ہے اس کو سب سے پہلے بیان کیا ہے۔ پھر اس سے ہلکا پھر اس سے ہلکا وعلیٰ ہٰذا

کذب فی الحدیث:۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بالقصد کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا۔ یہ بہت ہی سخت عیب اور بہت بڑا گناہ ہے اگرچہ کسی مصلحت سے ایسا کیا گیا ہو، متواتر حدیث ہے کہ مَنْ کَذِبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (جو شخص قصداً مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے) ـــــــ جس راوی پر یہ طعن ہوتا ہے اس کی روایت موضوع (گھڑی ہوئی) کہلاتی ہے۔

تہمتِ کذب:۔ یعنی جھوٹ کا الزام۔ اس طعن کا مطلب یہ ہے کہ راوی کے متعلق یہ بات تو ثابت نہیں ہوئی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصداً کوئی جھوٹی بات منسوب کی ہے مگر کچھ ایسے قرائن پائے جاتے ہیں۔ جن سے کذب فی حدیث الرسول کی بدگمانی ہوتی ہے۔

یہ تہمت دو طرح سے لگتی ہے۔ اوّل یہ کہ راوی ایسی حدیث بیان کرتا ہے جو شریعت مطہرہ کے قواعد معلومہ کے خلاف ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ روایتِ حدیث کے علاوہ دوسرے کلام میں اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے پس بدگمانی ہوتی ہے کہ شاید وہ حدیث میں بھی جھوٹ بولتا ہو ـــــــ جس راوی پر یہ طعن ہوتا ہے اس کی روایت متروک (چھوڑی ہوئی) کہلاتی ہے۔

فحشِ غلط:۔ یعنی اغلاط کی بہتات۔ یہ طعن اُس راوی پر لگتا ہے جس کی غلط بیانی صحت بیانی سے زائد ہو۔

کثرتِ غفلت:۔ یعنی بہت زیادہ غفلت۔ یہ طعن اُس راوی پر لگتا ہے جو حدیث کے اتقان یعنی خوب اچھی طرح محفوظ کرنے سے اکثر غفلت برتتا

فسق:۔ یعنی بددین ہونا۔ یہ طعن اس راوی پر لگتا ہے جو کسی قولی یا فعلی گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے مثلاً زنا، چوری وغیرہ کرتا ہے یا موہم کفر کلمات بکتا ہے یا نہایت گندی گالی گلوچ کرتا ہے۔ یا وہ کسی گناہِ صغیرہ کا عادی ہوتا ہے۔

نوٹ :- جو راوی فحش غلط یا کثرت غفلت یا فسق کے ساتھ مطعون ہوتا ہے اسکی روایت "منکر" کہلاتی ہے۔

وہم :- بھول کر غلطی کرنا یعنی سند میں یا متن میں تغیّر و تبدل کر دینا مثلاً حدیثِ مرسل یا منقطع کو متصل کر دینا یا ایک حدیث کے ٹکڑے کو دوسری حدیث میں داخل کر دینا، یا حدیث میں کمی بیشی کر دینا، یا ضعیف راوی کی جگہ ثقہ راوی کا نام لے دینا وغیرہ ــــــ اس طعن کے ساتھ مطعون راوی کی روایت معلّل کہلاتی ہے۔

مخالفتِ ثقات :- یعنی ثقہ راوی کی روایت کے خلاف روایت کرنا (تفصیل آگے آرہی ہے۔)

جہالت :- یعنی راوی کا حال معلوم نہ ہونا کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ (تفصیل آگے آرہی ہے۔)

بدعت :- یعنی دینِ متین میں کوئی ایسی جدّت (ایجادِ بندہ) کرنا جس کی اصلیت قرآن کریم میں یا حدیث شریف میں یا قرونِ مشہود لہا بالخیر میں نہ پائی جاتی ہو۔

سوءِ حفظ :- یعنی یادداشت کی خرابی۔ یہ طعن اس راوی پر لگتا ہے جس کی غلط بیانی حافظہ کی خرابی کی وجہ سے صحت بیانی سے زائد یا برابر ہو۔

> فَالْأَوَّلُ: الْمَوْضُوْعُ، وَالثَّانِيْ: الْمَتْرُوْكُ، وَالثَّالِثُ: الْمُنْكَرُ عَلٰى رَأْيٍ، وَكَذَا الرَّابِعُ وَالْخَامِسُ۔

ترجمہ :- پس اوّل موضوع ہے اور دوّم متروک ہے اور سوّم ــــ ایک رائ کے مطابق ــــ منکر ہے اور اسی طرح چہارم اور پنجم بھی۔

حدیث موضوع :- یعنی گھڑی ہوئی حدیث وہ ہے جو کسی ایسے راوی سے مروی ہو جو مطعون بالکذب ہے۔

حدیث متروک :- یعنی چھوڑی ہوئی ساقط الاعتبار حدیث وہ ہے جو کسی ایسے راوی سے مروی ہو جو متہم بالکذب ہے۔

حَدیث مُنکر:۔ یعنی اَنجانی حدیث وہ ہے جو کسی ایسے راوی سے مروی ہو جو فحش غلط یا کثرتِ غفلت یا فسق کے ساتھ مطعون ہے (خواہ اس کی روایت ثقہ کی روایت کے خلاف ہو یا نہ ہو)

تَنبیہ:۔ منکر کی یہ تعریف بعض حضرات کے نزدیک ہے۔ اُن کے نزدیک کسی روایت کے منکر ہونے کے لئے ثقہ کی مخالفت شرط نہیں ہے۔ اور منکر کی ایک دوسری تعریف پہلے صـ۱۹ پر گزری ہے کہ اگر ضعیف راوی ثقہ راوی کے خلاف روایت کرے تو ثقہ کی روایت کو "معروف" اور ضعیف کی روایت کو "منکر" کہتے ہیں۔

مُنکر کی دونوں تعریفوں میں فرق:۔ منکر کی دونوں تعریفوں میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ اگر راوی طعنِ سوم، چہارم یا پنجم کے ساتھ مطعون بھی ہے اور ثقہ راوی کے خلاف بھی روایت کرتا ہے تو دونوں تعریفوں کی رو سے اُسے منکر کہیں گے (مادۂ اجتماع) اور اگر راوی صرف طعنِ سوم، چہارم یا پنجم کے ساتھ مطعون ہے، اس کی روایت ثقہ کے بیان کے خلاف نہیں ہے تو صرف اِس دوسری تعریف کی رو سے منکر ہوگی، سابقہ تعریف کی رُو سے اس کو منکر نہیں کہیں گے (مادۂ افتراق) اور اگر راوی طعن سوم، چہارم یا پنجم کے ساتھ تو مطعون نہیں ہے مگر کسی اور طعن کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کی روایت ثقہ کے خلاف ہے تو سابقہ تعریف کی رو سے اس کو منکر کہیں گے، اس تعریف کی رو سے وہ منکر نہ ہوگی (دوسرا مادۂ افتراق)

ثُمَّ الوَهْمُ إِنِ اطُّلِعَ عَلَيْهِ بِالْقَرَائِنِ، وَجَمْعِ الطُّرُقِ فَالْمُعَلَّلُ،

تَرجمہ:۔ پھر وہم اگر قرائن کی وجہ سے اور تمام سندیں اکٹھا کرنے کی وجہ سے اُس وہم کا پتہ چل جائے تو وہ مُعَلَّل ہے۔

حَدیث مُعَلَّل:۔ یعنی خرابی والی حدیث۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں راوی نے وہم کی وجہ سے کوئی تغیّر و تبدّل کر دیا ہو اور اس وہمی تغیّر کا قرائن کی وجہ

سے اور تمام سندیں اکٹھا کرنے کی وجہ سے پتہ چل گیا ہو۔ مُعَلَّلٌ اسم مفعول ہے یُطلَقُ عَلیٰ مَافِیهِ عِلَّةٌ)

تنبیہ:- حدیث مُعَلَّل کو حدیث مَعلُول بھی کہہ دیتے ہیں مگر علامہ ابن الصلاح اور امام نووی رحمہما اللہ اس کو درست نہیں سمجھتے۔

وہم کی شناخت:- صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کو ذہن ثاقب، حفظ کامل اور معرفت تامہ عطا ہوئی ہو اور وہ رُوات کے مراتب کو جانتا ہو اور اسانید و متون کی پہچان کا خاص ملکہ رکھتا ہو۔

> ثُمَّ الْمُخَالَفَةُ : إن كانت بِتَغَيُّرِ السِّيَاقِ ، فَمُدْرَجُ الإِسْنَادِ، أَوْ بِدَمْجِ مَوْقُوفٍ بِمَرْفُوعٍ ، فَمُدْرَجُ الْمَتْنِ، أَوْ بِتَقْدِيمٍ وَ تَاخِيرٍ، فَالْمَقْلُوبُ ، أَوْ بِزِيَادَةِ رَاوٍ، فالمزيد فِي مُتَّصِلِ الأَسَانِيدِ، أَوْ بِإِبْدَالِهِ ، وَلاَ مُرَجِّحَ فَالْمُضْطَرِبُ ؛ وَقَدْ يَقَعُ الإِبْدَالُ عَمْدًا امْتِحَانًا ـــــ أَوْ بِتَغْيِيرِ حُرُوفٍ، مع بَقَاءِ السِّيَاقِ ، فَالْمُصَحَّفُ وَالْمُحَرَّفُ ،

ترجمہ:- پھر مخالفت اگر سیاقِ سند بدل جانے کی وجہ سے ہے تو وہ "مُدرَجُ الاسناد" ہے یا حدیث موقوف کو حدیث مرفوع میں داخل کر دینے کی وجہ سے ہے تو وہ "مُدرج المتن" ہے، یا تقدیم و تاخیر کی وجہ سے ہے تو وہ "مقلوب" ہے، یا کسی راوی کے بڑھ جانے کی وجہ سے ہے تو وہ "مزید فی متصل الاسانید" ہے، یا کسی راوی کو بدل دینے کی وجہ سے ہے، اور کوئی مُرَجِّح (وجہ ترجیح) نہیں ہے تو وہ "مُضطَرِب" ہے ـــــ اور راوی کا بدلنا کبھی عمداً امتحان کے لئے ہوتا ہے ـــــ یا (مخالفت) حروف بدل جانے کی وجہ سے ہے، سیاق سند باقی رہتے ہو، تو وہ "مُصَحَّف" اور "مُحَرَّف" ہے

اقسامِ مخالفت:- مخالفتِ ثقات کی چھ قسمیں ہیں۔ مُدرَجُ الاسناد، مُدرجُ المتن، مقلوب، مزید فی متصل الاسانید، مُضطرب اور مصحّف و محرف

مُدرَج:- کے معنیٰ ہیں داخل کیا ہوا، باب افعال کا اسم مفعول ہے۔ مُدرج کو مدخول بھی کہہ سکتے ہیں۔

مُدرَج الاسناد:- وہ حدیث ہے جس میں سیاقِ سند بدل جانے کی وجہ سے ثقہ کی

مخالفت ہو جائے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم:۔ متعدد اساتذہ سے مختلف سندوں کے ساتھ ایک حدیث سنی مگر بیان کے وقت ہر ایک استاذ کی سند علیحدہ بیان نہ کی بلکہ سب کی سندوں کو ملا کر ایک سند کر دی۔

دوسری قسم:۔ شیخ[۱] نے حدیث کسی سند سے روایت کی اور اس کا کچھ حصہ دوسری سند سے بیان کیا، راوی نے پوری حدیث پہلی ہی سند سے روایت کر دی یا ایک[۲] حدیث ایک شیخ سے سنی اور اس کا کچھ حصہ اُس شیخ کے کسی شاگرد سے سُنا پھر پوری حدیث شیخ کی سند سے روایت کر دی اور اس شاگرد کا واسطہ حذف کر دیا۔

تیسری قسم:۔ کسی[۱] راوی کے پاس دو حدیثیں مختلف سندوں سے تھیں مگر بیان کے وقت ایک ہی سند سے دونوں کو روایت کر دیا۔ یا ایک[۲] حدیث کو اسی کی مخصوص سند سے بیان کیا مگر دوسری حدیث کا کوئی حصہ اس میں شامل کر دیا۔

چوتھی قسم:۔ شیخ نے کسی حدیث کی سند بیان کی پھر اس کا متن بیان کرنے سے پہلے کوئی کلام کیا شاگرد نے غلط فہمی سے اس کلام کو اس سند کا متن سمجھا اور اُس سند سے روایت کر دیا۔

مدرج[۲] المتن:۔ حدیث کے متن میں کچھ اور داخل کر دینا، مگر اس طرح کہ اصل متن اور اُس مُدرج میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے (خواہ وہ مدخول قول صحابی ہو یا کچھ اور ہو)

تنبیہ:۔ عمداً ادراج حرام ہے، کیونکہ اس سے کلام رسول میں کلام غیر رسول کا ادخال لازم آتا ہے۔

مقلوب[۳]:۔ وہ حدیث ہے جس کے راویوں کے ناموں میں یا متنِ حدیث میں اُلٹ پھیر ہو گئی ہو جیسے مُرَّہ بن کَعُب کی جگہ کعب بن مُرّۃ یا جیسے حتّیٰ لَا تَعلَمَ شِمَالُہٗ مَاتُنفِقُ یَمِیُنُہٗ کی جگہ حتی لاتعلم یمینہ ماتنفق شمالہٗ،

مَزِید[۴] فی متصل الاسانید:۔ وہ حدیث ہے جس کی سندِ متصل میں کسی راوی نے وہم سے کسی واسطہ کا اضافہ کر دیا ہو جیسے حدثنا زید قال حدثنا خالد قال حدثنا ولید الخ میں بَکرُ کا اضافہ کر کے سند اس طرح کر دی جائے کہ حدثنا زید قال حدثنا بکر قال حدثنا خالد قال حدثنا ولید الخ

شرائط مزید:۔ ڈیوں (۱) محلِ اضافہ میں سماع کی تصریح ہو جیسے مثال مذکور میں زید حدثنا خالد کہہ رہا ہے پس اب بکر کا اضافہ "مزید" قرار دیا جائے گا اور اگر محلِ اضافہ میں سماع کی صراحت نہ ہو بلکہ محتمل لفظ مثلاً عَنْ ہو تو بکر کے اضافہ کو راجح قرار دے کر یہ کہیں گے کہ پہلی سند منقطع تھی، جس سے بکر کا واسطہ ساقط ہو گیا تھا اور یہ دوسری متصل اور پوری ہے۔

(۲) اضافہ میں وہم کا ہونا کسی قرینہ سے متحقق ہو گیا ہو، ورنہ دونوں سندوں کو صحیح قرار دیا جائے گا اور کہا جائیگا کہ زید نے یہ حدیث خالد سے بھی سنی ہے اور بکر کے واسطہ سے بھی، اور مختلف موقعوں پر الگ الگ سماعتوں کو بیان کیا ہے۔

مُضْطَرِبْ:۔ وہ حدیث ہے جس کی سند میں یا متن میں تغیر و تبدل کی وجہ سے ثقہ راوی سے اختلاف پیدا ہو گیا ہو اور دونوں روایتوں میں سے کسی کی ترجیح ممکن نہ ہو۔

نوٹ:۔ اگر ترجیح ممکن ہو تو راجح کو مقبول اور مرجوح کو غیر مقبول کہیں گے۔ اور اضطراب ختم ہو جائے گا۔

سند میں اضطراب کی مثال:۔ ایک حدیث ہے إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ شَيْئًا تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ ــــ فَلْيَنْصِبْ عَصًا، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَخُطَّ خَطًّا، ثُمَّ لَا يَضُرُّهُ مَا مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ (جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے چہرے کے سامنے کوئی چیز کرلے، اگر کوئی چیز نہ ملے تو چھڑی کھڑی کرلے، وہ بھی نہ ہو تو لکیر کھینچ لے پھر اس کو وہ چیز نقصان نہیں پہنچائے گی جو اس کے سامنے سے گزرے گی) اس حدیث کی درج ذیل سندیں ہیں۔

(الف) اسماعیلُ بن عُلَيَّةَ عن ابی عمرو بن محمد بن عمرو بن حُرَيْث عن جدہ حُرَيث بن سلیم عن ابی ھریرۃ (ابن ماجہ باب ما یستر المصلی) (ب) اسماعیل بن اُمَيَّةَ حدثنی ابوعمرو بن محمد بن حریث انہ سمع جدہ حریثا یحدث عن ابی ھریرۃ (ابوداؤد باب الخط اذا لم یجد عصا منہ) (ج) اسماعیل بن علیۃ عن ابی محمد بن عمرو بن حریث عن جدہ حریث، رجلٍ من بنی عذرۃ عن ابی ھریرۃ (ابوداؤد)

(د) اسماعیل عن ابی عمرو بن حریث عن ابیہ عن ابی ھریرۃ (ھ) اسماعیل عن ابی عمرو بن محمد بن حریث عن ابیہ الخ (و) اسماعیل عن حریث بن عمار الخ

دیکھئے اس سند میں اسماعیل بن عُلَیَّہ سے روایت کرنے میں کس قدر اختلاف ہے؟ اسی کو اضطراب کہتے ہیں۔

مَتن میں اِضطراب کی مثال:۔ ترمذی شریف ج۱ ص۸۳ میں فاطمہ بنت قیس کی حدیث شریك عن ابی حمزة عن الشعبی عن فاطمة کی سند سے مروی ہے کہ ان فی المال لحقاً سوی الزکوٰة (مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں) اور اسی سند سے ابن ماجہ میں لیس فی المال حق سوی الزکوٰة ہے۔ (باب مَا اُدِّیَ زکوٰتہٗ فلیس بکنز)

اسی طرح حدیث قُلَّتَیْن کے متن میں اضطراب ہے کیونکہ بعض طرق میں قُلَّتَیْن مذکور ہے بعض میں قلتین او ثلاثا مروی ہے اور کسی میں اربعین قلۃً ہے اور کسی میں اربعین غرباً اور کسی میں اربعین دلواً ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے معارف السنن ص۲۳۳ نصب الرایہ ج ۱ ص ۱۰۴ - ۱۱۲)

اسی طرح رفع یدین والی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے متن میں اضطراب ہے وہ چھ طرح مروی ہے۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے معارفُ السنن ص۴۷۳ ج ۲)

اضطراب کی صورت میں وجوہ ترجیح: جو تلمیذ شیخ کے ساتھ زیادہ عرصہ رہا ہو احفظ کو غیر احفظ پر ترجیح دی جائے گی اور اس کی روایت کو دوسروں پر ترجیح دی جائے گی۔

امتحان کے لئے تغیّر و تبدّل:۔ امتحان لینے کے لئے کہ سند اور متن محفوظ ہے یا نہیں، تغیّر و تبدل کرنا جائز ہے، مگر شرط یہ ہے کہ ضرورت ختم ہوتے ہی تصحیح کر دی جائے مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ کے حفظ کا امتحان لینے کے لئے علمائے بغداد نے ایک سو حدیثوں کو سندیں بدل کر پیش کیا تھا اور امام نے سب کی غلطی پکڑلی تھی اور صحیح سندیں بیان فرمادی تھیں۔

مُصَحَّف و مُحَرَّف:۔ وہ حدیث ہے جس میں سند اور متن کی صورت تو بدستور باقی رہے مگر ایک حرف یا چند حروف بدل جانے کی وجہ سے ثقہ کے ساتھ مخالفت ہو جائے پھر اگر حرف کا تبدل صرف نقطوں کے ذریعہ ہے تو وہ "مُصَحَّف" ہے جیسے من صام رمضانَ، وأتبعَہٗ سِتًّا من شوال کی بعض رُوات نے شَیْئًا

من شوال سے تصحیف کر دی اور ایک راوی مُراجِم کی مُزاجِم سے تصحیف کر دی اور اگر ایک حرف کی دوسرے حرف سے شکل بدل گئی ہے تو وہ "مُحَرَّف" ہے جیسے عاصم الاحول کی تحریف واصل الاحدب سے۔

وَلَا يَجُوزُ تَعَمُّدُ تَغْيِيرِ الْمَتْنِ بِالنَّقْصِ وَالْمُرَادِفِ الَّا لِعَالِمٍ بِمَا يُحِيلُ الْمَعَانِي. فَإِنْ خَفِيَ الْمَعْنَىٰ احْتِيجَ الَى شَرْحِ الْغَرِيبِ، وَ بَيَانِ الْمُشْكِلِ مِنْهَا

ترجمہ:- اور جائز نہیں جان بوجھ کر متنِ حدیث کو بدلنا، کمی کر کے، یا مرادف کے ذریعہ مگر اس شخص کے لئے جو اُن چیزوں کو جانتا ہو جو معنیٰ کو بدل دیتی ہیں۔ پھر اگر کسی لفظ کے) معنیٰ پوشیدہ ہوں تو غیر مانوس الفاظ کی تشریح کی ضرورت پیش آتی ہے اور مشتبہ (محتمل) احادیث کی توضیح کی بھی حاجت واقع ہوتی ہے۔

مَتنِ حَدیث میں تبدیلی:- حدیث شریف کے الفاظ کو اَدَل بَدَل کرنا جائز نہیں ہے خواہ طویل کو مختصر کرنا ہو یا کسی لفظ کو اس کے مرادف سے بدلنا ہو۔ البتہ ماہرِ فنِ حدیث کے لئے جو معانی لغویہ اور مستعملہ مقصودہ اور قواعدِ صرفیہ ونحویہ سے بخوبی واقف ہو۔ نیز یہ بھی جانتا ہو کہ کس تبدیلی سے معنیٰ مقصودہ فوت ہو جائیں گے اور کس تبدیلی سے مقصود میں خلل واقع نہیں ہوگا، ایسے عالمِ حدیث کے لئے گنجائش ہے کہ بوقتِ ضرورت نہایت احتیاط سے بقدرِ ضرورت ایسی تبدیلی کرے جس سے معانی مقصودہ میں تغیر واقع نہ ہو۔ مگر احوط یہی ہے کہ ہر قسم کی تبدیلی سے بچے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیبِ الفاظ میں بھی جو خصوصی خوبیاں ہیں ان کو کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ بخاری شریف (صفحہ ۳۸) میں حدیث ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت کی یہ دُعا تعلیم فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي الَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً الَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے تصحیح کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دعا کے کلمات دُہرائے تو بِنَبِيِّكَ کی جگہ برسولك پڑھ گئے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوکا اور فرمایا کہ، "نہیں! بنبيك الذی ارسلت پڑھو" یعنی بنبیك کو برسولك سے نہ بدلو۔ حالانکہ رسول، نبی ضرور ہوتا ہے نیز رسول کا مرتبہ بھی بڑا ہے مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تبدیلی گوارہ نہ فرمائی تو پھر دوسرے تغیرات کیسے پسند کیے جاسکتے ہیں؟!

شرح غریب:- احادیث میں بعض الفاظ ہمارے اعتبار سے نادر قلیل الاستعمال آجاتے ہیں۔ ایسے الفاظ کی مترادف الفاظ سے وضاحت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ماہرینِ فن نے وضاحتِ الفاظ غریبہ کے سلسلہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ اُن میں سے مشہور اور مطبوعہ تین ہیں (۱) الفائق فی غریب الحدیث۔ یہ جار اللہ زمخشری (وفات ۵۳۸ھ) کی مشہور کتاب ہے۔

(۲) النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر۔ یہ ابن الاثیر محدث جزری رحمہ اللہ کی نہایت معتبر اور مقبول کتاب ہے اور مطبوعہ ہے آپ کا نام مبارک، لقب مجد الدین، کنیت ابو السعادات اور نسبت جزری ہے آپ کی ولادت ۵۴۴ھ/۱۱۵۰ء میں اور وفات ۶۰۶ھ/۱۲۱۰ء میں ہوئی ہے۔ فن حدیث میں آپ کی دوسری مشہور تصنیف "جامع الاصول فی احادیث الرسول" ہے، جسمیں صحاح ستہ کو جمع کیا گیا ہے۔ آپ کی شہرت "ابن الاثیر محدث" کے نام سے ہے۔[1]

(۳) مجمع بحار الأنوار فی غرائب التنزیل و لطائف الأخبار۔ یہ مَلِکُ المحدثین علامہ محمد بن طاہر پٹنی گجراتی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ہے آپ کی وفات ۹۸۶ھ/۱۵۷۸ء میں ہوئی ہے۔ آپ شیخ علی متقی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۵ھ) کے خاص شاگرد ہیں۔

---

[1] آپ کے منجھلے بھائی ابن الاثیر مؤرخ ہیں (ولادت ۵۵۵ھ/۱۱۶۰ء وفات ۶۳۰ھ/۱۲۳۲ء) جن کی مشہور تصنیفات "اُسْدُ الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ" اور "الکامل" ہیں آپ کا نام علی، کنیت ابو الحسن، لقب عز الدین اور شہرت ابن الاثیر المؤرخ سے ہے اور ان کے تیسرے بھائی جو دونوں سے چھوٹے تھے وہ ابن الاثیر الکاتب سے مشہور ہیں۔ ان کا نام نصر اللہ، کنیت ابو الفتوح اور لقب ضیاء الدین ہے (ولادت ۵۵۸ھ/۱۱۶۳ء وفات ۶۳۷ھ/۱۲۳۹ء) اُن کی مشہور تالیف "المثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر" ہے۔

بیانِ مشکل:- احادیث میں بعض عبارتیں دقیق آجاتی ہیں اور بعض مضامین پر اوّل نظر میں اعتراض وارد ہوتا ہے مثلاً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حُبّبَ إلَيَّ من دنیاکم النساءُ والطیب وجُعلت قُرَّةُ عینی فی الصَّلوٰة ایسی احادیث کی وضاحت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور توجیہ کرنی پڑتی ہے تاکہ کوتاہ نظر دھوکہ نہ کھائے۔ حضرات محدثین نے اور ماہرینِ علوم شرعیہ نے اس موضوع پر بھی کتابیں لکھی ہیں مثلاً امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب "بیانُ مشکل الآثار" اور خطابی رحمہ اللہ کی معالم السنن اور دیگر شروح حدیث

تنبیہ:- احادیث شریفہ کے معانی ومطالب معتبر کتابوں سے لینے چاہئیں جن کے مصنفین خواہشاتِ نفسانی اور عناد سے پاک اور علومِ شرعیہ کے ماہر کامل ہوں

> ثم الجهالةُ، وسَبَبُهَا: أن الراوي قد تَكثُرُ نُعُوتُهُ، فَيُذكَرُ بغيرِ مَا اشْتُهِرَ به، لِغَرَضٍ وصَنَّفُوا فيه "المُوضِحَ" وقد يكونُ مُقِلاًّ، فلا يَكثُرُ الأَخذُ عنه، وصَنَّفُوا فيه "الوُحدَانَ" أو لا يُسَمّٰى اختِصَارًا وفيه المُبهَمَاتُ ولا يُقبَلُ المبهمُ، ولو أُبهِمَ بلفظ التعديل، على الأَصَحِّ؛ فإن سُمِّيَ، وَانفَرَدَ واحدٌ عنه، فمَجهُولُ العين، أو اثنَانِ، فصَاعِدًا، ولم يُوَثَّق، فمَجهُولُ الحال، وهو المَستُورُ،

ترجمہ:- پھر جہالت، اور اس کا سبب یہ ہے کہ کبھی راوی کی صفات بہت ہوتی ہیں، پس اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے اس کی مشہور صفت کے علاوہ کسی اور صفت سے کسی خاص مقصد کے لئے، اور محدثین نے اس سلسلہ میں مُوضِحَات (وضاحت کرنے والی کتابیں) لکھی ہیں اور کبھی راوی قلیل الحدیث ہوتا ہے پس اُس سے اخذ واستفادہ زیادہ نہیں کیا جاتا اور محدثین نے اس سلسلہ میں وُحدان (ایک حدیث والے رُوات) لکھی ہیں یا اختصار کے لئے راوی کا نام نہیں لیا جاتا اور محدثین نے اس سلسلہ میں مُبہَمَات (نہ جانے ہوئے رُوات) لکھی ہیں۔ اور مُبہَم راوی قبول نہیں کیا جاتا اگرچہ تعدیل کرنے والے لفظ کے ذریعہ مبہم کیا گیا ہو، اصح قول کے مطابق۔ پھر اگر نام لیا گیا ہے اور کوئی راوی اس سے روایت

کرنے میں منفرد (تنہا) ہے تو وہ "مجھول العین" ہے، یا دو یا زیادہ راوی اس سے روایت کرنے والے ہیں مگر اس کی توثیق نہیں کی گئی تو وہ "مجھول الحال" ہے اور وہی "مستور" ہے

جہالت:- اسبابِ طعن میں آٹھواں سبب جہالت ہے یعنی راوی کا غیر معروف ہونا۔

اسبابِ جہالت:- تین ہیں۔ عَدَمِ تَسْمِیَہ (نام نہ لینا)، غیر مَعْرُوف تَسْمِیَہ اور قلیلُ الروایہ ہونا۔

نام نہ لینے کی وجہ سے جہالت:- کبھی راوی مجہول اس لئے ہوتا ہے کہ اسنادِ حدیث میں اس کا نام نہیں لیا جاتا بلکہ شَیْخٌ، رَجُلٌ، ثِقَۃٌ، صَاحِبُ لَنَا وغیرہ مبہم کلمات سے ذکر کیا جاتا ہے۔ ایسے غیر مسمّٰی رُوات "مُبْہَم" کہلاتے ہیں اور اُن کے تعارف کیلئے محدّثین نے "مبہمات" نامی کتابیں لکھی ہیں، جن سے اُن کی تعیین ہوتی ہے۔

غیرِ مسمّٰی راوی کی حدیث کا حکم:- راوی مجہول الاسم کی حدیث قابلِ قبول نہیں، کیونکہ جب اس کا نام ہی معلوم نہیں تو اس کا عادل یا غیر عادل ہونا کیسے معلوم ہو گا؟!

ابہام کرنے والے کی تعدیل کا حکم:- اصح مذہب یہ ہے کہ ابہام کرنے والے کی تعدیل معتبر نہیں ہے مثلاً وہ کہے کہ اخبرنی ثقۃ" تو بھی روایت قابلِ قبول نہ ہو گی، کیونکہ راوی نے اپنے شیخ غیر مسمّٰی کی تعدیل محض اپنی تحقیق کے موافق کی ہے اور ممکن ہے کہ واقعہ اُس کے خلاف ہو۔ البتہ اگر تعدیل کرنے والا ماہرِ فن، ائمہ نقّادِ حدیث میں سے ہو مثلاً امام مالکؒ، امام بخاریؒ، امام مسلم وغیرہ تو ان کی تعدیل معتبر ہو گی اور وہ روایت قابلِ قبول ہو گی۔

غیر معروف نام لینے کی وجہ سے جہالت:- کبھی راوی مجہول اس لئے ہوتا ہے کہ اسنادِ حدیث میں اس کا غیر معروف نام لیا جاتا ہے یعنی راوی پر متعدد الفاظ بولے جاتے ہیں، مثلاً عَلَم، کنیت لقب، صفت، حِرْفَہ (پیشہ) نسبت، عہدہ وغیرہ اور وہ اُن میں سے کسی ایک لفظ سے مشہور ہوتا ہے پس جب اس کو کسی غیر مشہور نام سے یاد کیا جاتا ہے تو وہ پہچانا نہیں جاتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اگر عبداللہ بن عثمان سے کیا جائے

یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر عبدالرحمٰن بن صخرؓ سے کیا جائے تو بہت کم لوگ پہچان سکیں گے۔ محدثین نے ایسے مبہم راویوں کی وضاحت کے لئے "مُوضِحات" نامی کتابیں لکھی ہیں، جن سے پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کون راوی ہے۔ وضاحت کے بعد اگر وہ راوی ثقہ ہے تو اس کی حدیث معتبر ہے اور ضعیف ہے تو اس کی حدیث غیر معتبر ہے اور اگر کتب موضحات سے بھی پتہ نہ چل سکے کہ وہ کون راوی ہے تو بھی اس کی حدیث غیر معتبر ہوگی۔

۳۔ قلیل الحدیث ہونے کی وجہ سے جہالت:۔ کبھی راوی مجہول اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے بہت کم روایات مروی ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے اس سے اخذ و استفادہ کرنے والے تلامذہ بہت کم ہوتے ہیں اور اس سے عام واقفیت نہیں ہوتی۔ ایسے راوی کا اگرچہ نام لیا جائے تاہم وہ پہچانا نہیں جائے گا۔ ایسے مبہم رُوات کو جاننے کے لئے محدثین نے "وُحدان (ایک شاگرد والے یا ایک حدیث والے رُوات) نامی کتابیں لکھی ہیں۔ جن سے ایسے رُوات کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ ایسے مجہول رُوات کی پھر دو قسمیں ہیں۔ مجہول العین اور مجہول الحال (مستور)

۱۔ مجہول العین:۔ وہ مُقِل (قلیل الحدیث) راوی ہے جس سے نام لے کر صرف ایک ہی راوی نے روایت کی ہو۔

۲۔ مجہول الحال:۔ وہ مُقِل حدیث راوی ہے جس سے نام لے کر ایک سے زائد راویوں نے روایت کی ہو مگر کسی امام نے اس کی توثیق نہ کی ہو۔

مَستور:۔ مجہول الحال ہی کو مستور بھی کہتے ہیں بلکہ مجہول الحال کیلئے عام طور پر "مستور" ہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور مجہول العین کے لئے "مجہول" لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

مجہول العین کی حدیث کا حکم:۔ راوی مجہول العین کی حدیث قابلِ قبول نہیں ہے لیکن اگر ائمہ جرح و تعدیل میں سے کسی نے اس کی توثیق کی ہو تو پھر وہ قابل قبول ہوگی۔ یا اس سے روایت کرنے والا ثقہ ہو اور وہ ہمیشہ ثقہ ہی سے روایت کیا کرتا ہو تو وہ حدیث مقبول ہوگی۔

مستور کی حدیث کا حکم:۔ امام ابوحنیفہ، ابن حبّان، حماد بن ابی سلیمان (استاذ امام اعظم) رحمہم اللہ کے نزدیک مستور کی روایت معتبر ہے ان حضرات کا ارشاد ہے کہ ہم اپنی ناواقفیت کی وجہ سے مجہول الحال (مستور) کی حدیث کو رد نہیں کریں گے

اِلّا یہ کہ ہمیں اس کا کوئی نقص معلوم ہو جائے اور جمہور محدثین کے نزدیک مستور کی روایت مقبول نہیں ہے۔ وہ اسی وقت روایت قبول کرتے ہیں جب راوی کا ثقہ ہونا متحقق ہو جائے اور مستور کا حال مخفی ہے۔ پس اس کی روایت مقبول نہ ہوگی۔

ثُمَّ الْبِدْعَةُ: إِمَّا بِمُكَفِّرٍ، أَوْ بِمُفَسِّقٍ، فَالأَوَّلُ: لَا يَقْبَلُ صَاحِبَهَا الْجُمْهُورُ، وَالثَّانِي يُقْبَلُ مَنْ لَمْ يَكُنْ دَاعِيَةً إِلَى بِدْعَتِهِ، فِي الْأَصَحِّ إِلَّا أَنْ رَوَى مَا يُقَوِّي بِدْعَتَهُ، فَيُرَدُّ عَلَى الْمُخْتَارِ، وَبِهِ صَرَّحَ الْجُوزَجَانِيُّ، شَيْخُ النَّسَائِيِّ

ترجمہ:۔ پھر بدعت، یا تو کفر کی طرف منسوب کرنے والی بات کے ذریعہ ہوگی، یا فسق کی طرف منسوب کرنیوالی بات کے ذریعہ، سو اوّل نہیں قبول کرتے اُس بدعتی کو جمہور، اور دوم قبول کیا جاتا ہے، وہ جو اپنی بدعت کی طرف داعی نہ ہو، اصح قول میں، اِلّا یہ کہ روایت کی ہو اس نے ایسی حدیث جو تقویت پہنچا رہی ہو اس کی بدعت کو، تو وہ رد کر دی جائے گی، مذہب مختار پر، اور اس کی صراحت کی ہے امام نسائی رحمہ اللہ کے استاذ جُوزَجانی رحمہ اللہ نے

بدعت:۔ اسبابِ طعن میں نواں سبب بدعت ہے۔ یہاں بدعت سے مُراد بدعقیدگی، گمراہ خیالات اور فِرَقِ باطلہ کے عقائد کا حامل ہونا ہے۔

بدعت کی اقسام:۔ بدعت کی دو قسمیں ہیں اوّل مُستلزِمِ کفر (جس سے کفر لازم آتا ہو) جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات میں حق تعالیٰ جلّ مجدہٗ، کے حلول کا عقیدہ یا ختمِ نبوت کا انکار، دوم مستلزمِ فسق جیسے عام عقائدِ بِدعیہ اور خیالاتِ فاسدہ،

بدعتی کی حدیث کا حکم:۔ مُستلزِمِ کُفر کی حدیث جمہور کے نزدیک مقبول نہیں ہے اور مُستلزِمِ فِسق کی حدیث اصح قول کے مطابق مقبول ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ راوی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت نہ دیتا ہو اور نہ اس کی روایت سے اس کی بدعت کا ثبوت ہوتا ہو اور نہ تقویت ملتی ہو، امام ابواسحٰق ابراہیم بن یعقوب جُوزَجانی (استاذ امام ابوداؤدؒ وامام نسائیؒ) نے اپنی کتاب "معرفۃ الرجال" میں اُس کی

تصریح کی ہے۔ خلاصہ یہ کہ بدعتی کی حدیث درج ذیل شروط کے ساتھ قبول کی جا سکتی ہے۔
(۱) جو امر شرعی متواتر طریق سے ثابت ہے اور امور دینیہ ضروریہ میں شامل ہے جیسے نماز روزہ وغیرہ، وہ بدعتی اعتقاداً یا عملاً اس کا منکر نہ ہو (۲) بدعتی (گمراہ عقائد کا حامل) ہونے کے علاوہ ثقاہت کی تمام صفات اس میں موجود ہوں (۳) اپنے غلط مذہب کی تقویت کے لئے قرآن و حدیث میں تحریف نہ کرتا ہو (۴) جھوٹ کو جائز نہ سمجھتا ہو (۵) اس کی روایت کردہ حدیث سے اس کے غلط نظریات کی تائید نہ ہوتی ہو۔

> ثُمَّ سُوْءُ الْحِفْظِ: إِنْ كَانَ لَازِمًا، فَالشَّاذُّ ـــ عَلٰى رَأْيٍ ـــ أَوْ طَارِئًا فَالْمُخْتَلَطُ

ترجمہ: پھر یادداشت کی خرابی، اگر وہ لازم ہو، تو وہ (حدیث) "شاذ" ہے، ایک رائے کے مطابق۔ یا طاری (پیش آنے والی) ہو تو وہ (حدیث) "مختلَط" ہے

سوءِ حفظ: اسباب طعن میں دسواں سبب سوءِ حفظ ہے یعنی راوی کی یادداشت کا خراب ہونا۔

سوءِ حفظ کی قسمیں: سوءِ حفظ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ لازم اور ۲۔ طاری

۱۔ سوءِ حفظ لازم: وہ ہے جو ہمیشہ سے ہو، اور ہر حال میں رہتا ہو۔ ایسے راوی کی حدیث کو بعض لوگ "شاذ" کہتے ہیں

۲۔ سوءِ حفظ طاری: وہ ہے جو بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے پیش آگیا ہو۔ مثلاً وہ کتابیں جن سے راوی روایت کرتا تھا تلف ہو گئیں یا راوی نابینا ہو گیا جس کی وجہ سے کتابیں نہیں دیکھ سکتا یا قدرتی عوامل کی وجہ سے یادداشت میں کمی آگئی۔ ایسے راوی کی حدیث کو "مختلَط" کہتے ہیں۔

حدیثِ شاذ: بعض محدثین کے نزدیک "شاذ" وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی ایسا ہو جس کو سوءِ حفظ لازم ہو۔ اور شاذ کی جو تعریف پہلے ص۱۶ پر گزری ہے وہ دوسرے قول کی بنا پر ہے۔

حدیث مختلط:- وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی ایسا ہو جس کو سوء حفظ طاری ہو گیا ہو۔ اس راوی کو مُختَلِط (بکسر اللام بصیغۂ اسم فاعل) اور اس کی حدیث کو مُختَلَط (بفتح اللام بصیغۂ اسم مفعول) کہتے ہیں۔

مُختَلِط کی حدیث کا حکم:- مختلط نے جو روایتیں اختلاط سے پہلے بیان کی ہیں وہ مقبول ہیں اور جو اختلاط کے بعد بیان کی ہیں وہ غیر مقبول ہیں اور جن کی قبلیت و بعدیت کا علم نہ ہو سکے وہ حصولِ علم پر موقوف رہیں گی۔

> وَمَتَىٰ تُوبِعَ السَّيِّئُ الْحِفْظِ بِمُعْتَبَرٍ، وَكَذَا الْمَسْتُورُ، وَالْمُرْسَلُ، وَالْمُدَلَّسُ، صَارَ حَدِيثُهُمْ حَسَنًا، لَا لِذَاتِهِ، بَلْ بِالْمَجْمُوعِ،

ترجمہ:- اور جب موافقت کیا گیا خراب یادداشت والا راوی کسی معتبر راوی کے ذریعہ اور اسی طرح مستور راوی، اور مرسل حدیث اور مدلّس روایت تو ان سب کی حدیثیں "حسن" ہو جائیں گی مگر بالذات نہیں بلکہ مجموعہ کے اعتبار سے۔

حدیث حَسَن لغیرہ:- وہ حدیث ہے جس میں حُسن ذاتی نہ ہو یعنی وہ خود بخود تو حَسَن نہ ہو، کیونکہ اس کے راوی میں یا اسنادِ حدیث میں کوئی معمولی خرابی پائی جاتی ہے مگر کچھ ایسی خارجی تائیدات مل گئی ہیں جن کی وجہ سے اس نقصان کی تلافی ہو گئی ہے۔ اس لئے اس کو مجموعۂ متابِع و متابَع کی وجہ سے حسن قرار دیدیا جاتا ہے۔ جس طرح ایک دھاگا اکیلا کمزور ہوتا ہے مگر جب کئی ایک دھاگے باہم مل جاتے ہیں تو وہ مضبوط ڈورا بن جاتا ہے (حسن لغیرہ میں لام اَجلیہ ہے ای لاجل الغیر یعنی دیگر تائیدات کی وجہ سے حسن بننے والی حدیث)

مُتابعت:- کے معنیٰ ہیں "موافقت" کہا جاتا ہے تَابَعَ فلاناً علی الامر: موافقت کرنا۔ متابِع (اسم فاعل) موافقت کرنے والا یعنی دوسرا راوی اور متابَع (اسم مفعول) یعنی وہ اصل راوی جس کی موافقت کی گئی ہے۔

حَسَن لغیرہ کی چار صورتیں:- چار حدیثیں جن میں معمولی خرابی ہوتی ہے متابعت کی

وجہ سے حسن لغیرہ بن جاتی ہیں۔

(۱) وہ حدیث جس کے کسی راوی کی یادداشت خراب ہے جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے خواہ وہ متابع اصل راوی سے اعلیٰ درجہ کا ہو یا مساوی درجہ کا۔ البتہ اگر کمتر ہو تو اس کی متابعت کا اعتبار نہ ہوگا۔

(۲) وہ حدیث جس کا کوئی راوی مستور یعنی مجہول الحال ہے جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ بھی حسن لغیرہ بن جائے گی۔

(۳) وہ حدیث جس کی اسناد مرسل ہے جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ بھی حسن لغیرہ بن جائے گی۔

(۴) وہ حدیث جس کی اسناد میں تدلیس کی گئی ہے اور محذوف راوی کا پتہ نہیں چل رہا۔ جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ بھی حسن لغیرہ ہو جائے گی۔

حسن لغیرہ کا رتبہ: حدیث حسن لغیرہ کا رتبہ حدیث حسن لذاتہ سے فروتر ہے یہ مقبول کی آخیری قسم ہے اس سے نیچے حدیث ضعیف کا درجہ ہے۔

حدیث ضعیف کا حکم: معتمد قول یہ ہے کہ اعمال ثابتہ کے فضائل میں، پند و وعظ میں اور مناقب رجال میں حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے بشرطیکہ ضعف شدید نہ ہو یا وہ کسی اصل معمول بہ کے تحت آتی ہو۔

ثُمَّ الإِسْنَادُ، إِمَّا أَنْ يَنْتَهِيَ إِلى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصْرِيحًا أَوْ حُكْمًا، مِنْ قَوْلِهِ، أَوْ فِعْلِهِ، أَوْ تَقْرِيرِهِ؛ أَوْ إِلى الصَّحَابِيِّ كَذٰلِكَ، وَهُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهِ، وَمَاتَ عَلَى الإِسْلَامِ، وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ، فِي الأَصَحِّ؛ أَوْ إِلى التَّابِعِيِّ؛ وَهُوَ: مَنْ لَقِيَ الصَّحَابِيَّ كَذٰلِكَ؛ فَالأَوَّلُ: الْمَرْفُوعُ، وَالثَّانِي: الْمَوْقُوفُ، وَالثَّالِثُ: الْمَقْطُوعُ؛ وَمَنْ دُونَ التَّابِعِيِّ فِيهِ مِثْلُهُ؛ وَيُقَالُ لِلأَخِيرَيْنِ: الأَثَرُ.

ترجمہ: پھر اسناد یا تو پہنچتی ہوگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک، صراحۃً یا حکماً (اور مروی) خواہ آپؐ کا قول ہو یا فعل ہو یا تقریر (ثابت رکھنا)، یا (پہنچتی

ہو گی، صحابی تک اسی طرح اور صحابی: وہ شخص ہیں جنھوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے کی حالت میں اور اس کا انتقال مسلمان ہونے کی حالت میں ہوا ہو، اگرچہ درمیان میں ارتداد پایا گیا ہو، اصح قول میں یا اسناد پہنچتی ہو گی) تابعی تک اور تابعی وہ شخص ہیں، جنھوں نے صحابی سے اسی طرح ملاقات کی ہو۔

پس اوّل "مرفوع" ہے اور دوم "موقوف" ہے اور سوم "مقطوع" ہے اور جو لوگ تابعی سے نیچے ہیں وہ نام رکھنے میں تابعی کے مانند ہیں اور اخیری دونوں قسموں کو "اثر" بھی کہا جاتا ہے۔

اِسْنَاد: مَتنِ حدیث تک پہنچنے کا راستہ (الطریقُ الموصِلَۃُ الی الْمَتْنِ)

مَتْن: وہ کلام جس پر اسناد پہنچ کر رک جائے (غایۃُ ما ینتہی الیہ الإسنادُ من الکلام) جیسے حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیانُ .... انہ سمع علقمۃ یقول: سمعتُ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ علی المنبر، یقول: سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: انما الاعمالُ بِالنِّیَّات، الحدیث (بخاری ص۲)

اس مثال میں شروع سے لیکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تک "اِسْنَادِ حدیث" ہے اور انما الاعمال سے آخر تک "مَتْنِ حدیث" ہے۔

حدیث کی بلحاظ غایتِ سَند تقسیم: منتہائے سند کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں، مَرفوع، موقوف اور مقطوع۔

حَدیث مَرفُوع: وہ حدیث ہے جس کی اسناد نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو یعنی اس اسناد سے خاص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد یا عمل یا تقریر (تائید) نقل کی گئی ہو۔ خواہ یہ نقل صراحۃً ہو یا حکماً۔

تقریر نبوی: تقریر کے معنیٰ ہیں برقرار رکھنا، تائید کرنا۔ یہاں تقریر کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرُو کسی مسلمان نے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی اور آپؐ نے نہ اُس کو روکا نہ ٹوکا یا آپؐ کے زمانہ میں کسی مسلمان نے کوئی کام کیا اور آپؐ نے باوجود اطلاع کے نکیر نہیں فرمائی تو وہ "تقریر نبوی" کہلاتی ہے۔

حدیث موقوف:۔ وہ حدیث ہے جس کی اسناد کسی صحابی تک پہنچتی ہو یعنی اس اسناد سے کسی صحابی کا کوئی قول یا عمل یا تقریر (تائید) نقل کی گئی ہو خواہ یہ نقل صراحۃً ہو یا حکماً۔

حدیثِ مقطوع:۔ وہ حدیث ہے جس کی اسناد کسی تابعی تک یا تابعی کے بعد کے کسی عالم تک پہنچتی ہو۔ یعنی اس اسناد سے کسی تابعی کا یا تبع تابعی کا یا اس سے نیچے کے کسی عالم کا کوئی قول نقل کیا گیا ہو۔

اَثَر:۔ عام طور پر حدیث موقوف اور حدیث مقطوع کو "اثر" کہتے ہیں البتہ بعض محدثین حدیث کی مذکورہ بالا تینوں قسموں کو "اثر" کہتے ہیں۔

حدیث مَرفوع کی تقسیم:۔ حدیث مرفوع کی ابتداءً دو قسمیں ہیں۔ صریح اور حکمی پھر ہر ایک کی تین قسمیں ہیں۔ قولی، فعلی اور تقریری ایس کل چھ قسمیں ہوئیں۔ مرفوع قولی صریح، مرفوع فعلی صریح، مرفوع تقریری صریح، مرفوع قولی حکمی، مرفوع فعلی حکمی اور مرفوع تقریری حکمی۔

مرفوع قولی صریح:۔ وہ حدیث ہے جس کی اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو اور اس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صریح ارشاد نقل کیا گیا ہو جیسے صحابی کہے کہ سَمِعْتُ رسول اللہ صَلَّی اللہ علیہ وسلم یقول کذا یا حَدَّثنا رسُول اللہ صَلَّی اللہ عَلیہ وسلم بکذا یا راوی (خواہ صحابی ہو یا غیر صحابی) کہے کہ قالَ رسُول اللہ صَلَّی اللہ عَلیہ وسلم کذا یا عَنْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسَلم انّہ قال کذا وغیر ذٰلک۔

مرفوع فعلی صریح:۔ وہ حدیث ہے جس کی اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو اور اس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل صراحۃً نقل کیا گیا ہو جیسے صحابی کہے کہ رَأیتُ رسول اللہ صلی اللہ عَلیہ وسَلم فَعَلَ کذا یا راوی (خواہ صحابی ہو یا غیر صحابی) کہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَفْعَلُ کذا۔

مرفوع تقریری صریح:۔ وہ حدیث ہے جس کی اسناد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو اور اس سے آپؐ کا کسی کام کو یا کسی بات کو برقرار رکھنا صراحۃً نقل کیا گیا ہو جیسے صحابی کہے کہ فَعَلْتُ بِحَضْرَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہ عَلیہ وسَلم کذا پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار بیان نہ کرے۔

مرفوع قولی حکمی: وہ حدیث ہے جس کی اسناد کسی ایسے صحابی تک پہنچتی ہو جو اسرائیلیات بیان نہ کرتے ہوں، اور اس سے اس صحابی کی فرمائی ہوئی کوئی ایسی بات نقل کی گئی ہو جس کا اجتہاد سے کوئی تعلق نہ ہو، نہ وہ کسی لفظ کے معنیٰ ہوں اور نہ وہ کسی قلیل الاستعمال لفظ کی تشریح ہو تو اُسے حکماً حدیث مرفوع کا درجہ دیا جائے گا، کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اُس صحابی نے وہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر ہی بیان کی ہو گی اس لئے کہ صحابۂ کرام کے علوم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے مستفاد تھے۔ مثلاً ابتدائے آفرینشِ عالم کے سلسلہ کی کوئی بات یا انبیاء کرام کے حالات یا مَلَاحِمُ وفِتَنُ یا احوالِ قیامت کے سلسلہ کی کوئی بات یا کسی عمل کا کوئی مخصوص ثواب و عقاب۔

مرفوع فعلی حکمی: وہ حدیث ہے جس کی اسناد کسی صحابی تک پہنچی ہو اور اُس سے صحابی کا کوئی ایسا کام نقل کیا گیا ہو جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو تو صحابی کے اس عمل کو حکماً حدیث مرفوع کا درجہ دیا جائے گا۔ اور یہ سمجھا جائیگا کہ صحابی نے یہ عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کیا ہو گا مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمازِ کسوف میں ہر رکعت میں دو رکوع کئے۔ امام شافعی رحمہ اللہ حضرتِ علی رضؓ کے اس عمل کو حدیث مرفوع فعلی کا درجہ دیتے ہیں۔

مرفوع تقریری حکمی: وہ حدیث ہے جس کی اسناد کسی صحابی تک پہنچتی ہو اور اس سے کسی صحابی کی یہ اطلاع ذہی نقل کی گئی ہو کہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں فلاں کام کرتے تھے پس اس اطلاع کو بھی حکماً حدیث مرفوع تقریری کا درجہ دیا جائے گا کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے اُس عمل کی اطلاع ہوئی ہو گی اس لئے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہر کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر ہی کرتے تھے نیز زمانہ بھی نزولِ وحی کا زمانہ تھا اس لئے اگر صحابہ کا وہ عمل ناجائز ہوتا تو شریعت ضرور اس سلسلہ میں کوئی ہدایت دیتی مثلاً حضرت جابر رضؓ اور حضرت ابو سعید خدری رضؓ کا یہ ارشاد کہ کُنَّا نَعزِلُ والقرآن یَنزِلُ

صحابی کی تعریف: صحابی وہ شخص ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحالتِ ایمان ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ

ہوا ہو۔ اگر ملاقات نبوی کے بعد۔ نعوذ باللہ۔۔ مرتد ہو کر دوبارہ مسلمان ہوئے ہوں تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ بدستور صحابی رہیں گے مگر امام مالک اور امام اعظم رحمہما اللہ کے نزدیک جب تک اسلام لانے کے بعد دوبارہ زیارت نبوی نہ ہو اُن کو صحابی نہیں کہیں گے۔ کیونکہ جس طرح اسلام قبول کرنے سے سابقہ تمام برائیاں کالعدم ہوجاتی ہیں، مرتد ہونے سے بھی سابقہ تمام نیکیاں کالعدم ہوجاتی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ (مصنفِ کتاب) چونکہ شافعی ہیں اس لئے اوّل مذہب کو اصح کہا ہے حالانکہ دلائل کی قوت کے اعتبار سے قول دوسرا اصح ہے۔

فوائد قیود:۔ (۱) صحابی کی تعریف میں لِقَاءُ (ملاقات) کا لفظ اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ تعریف نابینا صحابہ کو بھی شامل ہوجائے۔ کیونکہ ملاقات کے لئے "دیکھنا" شرط نہیں ہے پس جن لوگوں نے مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے تعریف کی ہے وہ مناسب نہیں ہے کیونکہ اُس تعریف کی رُو سے نابینا صحابہ نکل جائیں گے حالانکہ وہ بالاتفاق صحابہ ہیں۔

(۲) ملاقات کرنا عام ہے۔ خواہ ساتھ بیٹھنا ہوا ہو یا ساتھ چلنا یا ایک کا دوسرے کے پاس جانا (اگرچہ بات چیت نہ ہوئی ہو)

(۳) تعریف میں لِقَاءُ بمنزلہ جنس ہے اور "مُؤْمِنًا" پہلی فصل ہے، اِس سے وہ لوگ نکل گئے جنھوں نے بحالتِ کفر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے اور "بِهٖ" دوسری فصل ہے، اس سے وہ لوگ نکل گئے جنھوں نے دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے اور مَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ تیسری فصل ہے، اِس سے وہ لوگ نکل گئے جنھوں نے بحالتِ ایمان آپؐ سے ملاقات کی تھی مگر بعد میں عیاذًا باللہ مرتد ہوگئے اور ارتداد ہی کی حالت میں مرے جیسے عبید اللہ بن جحش اور ابن خطلؔ وغیرہ

(۴) وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِي الْأَصَحِّ ایک اختلافی مسئلہ کا بیان ہے تعریف کا جزو نہیں ہے۔

تابعی کی تعریف:۔ تابعی وہ شخص ہیں جنھوں نے نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کی حالت میں کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ ہوا ہو جیسے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، متعدد صحابہؓ سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے

(اس میں بھی مسئلہ ارتداد کے اندر وہی اختلاف ہے جو صحابی کی تعریف میں تھا)

تبع تابعی کی تعریف: تبع تابعی وہ شخص ہیں جنھوں نے بحالتِ ایمان کسی تابعی سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر ان کا خاتمہ ہوا ہو۔ جیسے امام مالک رحمہ اللہ، متعدد تابعین سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے۔

وَالْمُسْنَدُ: مَرْفُوْعُ صَحَابِيٍّ، بِسَنَدٍ ظَاهِرُهُ الْاِتِّصَالُ۔

ترجمہ:۔ اور "مُسْنَد" صحابی کی مرفوع کردہ حدیث ہے، ایسی سند کے ساتھ جو بظاہر متصل ہو۔

مُسْنَد کے معنیٰ:۔ "مُسْنَد" محدثین کی ایک خاص اصطلاح ہے، کہا جاتا ہے هٰذَا حَدِيْثٌ مُسْنَدٌ، اس کی جمع مَسَانِيْد ہے اس نام سے کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ جیسے مُسْندالامام احمد بن حنبل اور مسانید الامام الاعظمؒ اَسْنَدَہ فی الجبل کے معنیٰ ہیں پہاڑ پر چڑھانا۔ مُسْنَد (اسم مفعول) کے لغوی معنیٰ ہیں چڑھایا ہوا اور اصطلاحی معنیٰ ہیں وہ بات جس کی سند قائل تک پہنچائی گئی ہو اور مُسْنِد (اسم فاعل) کے لغوی معنیٰ ہیں چڑھانے والا اور اصطلاحی معنیٰ ہیں باسند کرنے والا یعنی مدارِ سند جیسے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ "مُسْنِدُ الهند" ہیں، کیونکہ آپ محدثینِ ھند کی سند کا مدار ہیں کسی محدث کی سند آپ پر سے گزرے بغیر نہیں جاتی

تنبیہ:۔ مَسْنَد (میم کے زبر کے ساتھ) غلط تلفظ ہے اس لفظ کے معنیٰ ہیں ٹیک لگانے کی جگہ۔

حدیثِ مُسند کی تعریف:۔ مُسند وہ حدیث ہے جو کسی صحابی نے مرفوعاً بیان کی ہو اور ایسی سند سے مروی ہو جو بظاہر متصل ہو پس وہ حدیث جس میں انقطاعِ خفی ہو وہ بھی مسند کہلائے گی۔

فائدہ:۔ بعض حضرات ہر اس حدیث کو مسند کہتے ہیں جس کی سند متصل ہو، خواہ وہ مرفوع ہو یا موقوف یا مقطوع اور بعض حضرات ہر مرفوع حدیث کو مُسند کہتے ہیں خواہ وہ مرسل ہو یا معضل یا منقطع۔

فَإِنْ قَلَّ عَدَدُهُ: فَإِمَّا أَنْ يَنْتَهِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ إِلَى إِمَامٍ ذِي صِفَةٍ عَلِيَّةٍ، كَشُعْبَةَ، فَالْأَوَّلُ: الْعُلُوُّ الْمُطْلَقُ، وَالثَّانِي: النِّسْبِيُّ، وَفِيهِ الْمُوَافَقَةُ، وَهِيَ: الْوُصُولُ إِلَى شَيْخِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ، مِنْ غَيْرِ طَرِيقِهِ؛ وَفِيهِ الْبَدَلُ، وَهُوَ: الْوُصُولُ إِلَى شَيْخِ شَيْخِهِ، كَذَلِكَ؛ وَفِيهِ الْمُسَاوَاةُ، وَهِيَ: اسْتِوَاءُ عَدَدِ الْإِسْنَادِ مِنَ الرَّاوِي إِلَى آخِرِهِ، مَعَ إِسْنَادِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ؛ وَفِيهِ الْمُصَافَحَةُ، وَهِيَ: الِاسْتِوَاءُ مَعَ تِلْمِيذِ ذَلِكَ الْمُصَنِّفِ، وَيُقَابِلُ الْعُلُوَّ بِأَقْسَامِهِ النُّزُولُ

ترجمہ: پھر اگر رجالِ سند کی تعداد کم ہو تو یا وہ سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہوگی یا کسی برتر صفت والے (عالی مرتبہ) امام (فنِ حدیث) تک۔ مثلاً شعبہ رح سو اوّل عُلوِّ مطلق ہے اور دوم عُلوِّ نسبی ہے۔ اور علوِ نسبی میں "موافقت" ہے اور وہ مصنفینِ کتبِ حدیث میں سے کسی کے استاذ تک، اس کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے پہنچنا ہے۔ اور اس میں "بدل" ہے، اور وہ اُس مصنف کے استاذ الاستاذ تک اسی طرح پہنچنا ہے اور اس میں "مساوات" ہے، اور وہ اسناد کے رُوات کی تعداد کا مساوی ہونا ہے، راوی سے آخر تک، اُن مصنفین میں سے کسی کی اسناد کے ساتھ، اور اُس میں "مصافحہ" ہے، اور وہ اُس مصنف کے شاگرد کے ساتھ مساوی ہونا ہے اور نزول، مقابل آتا ہے۔ علوّ کے مع اُس کی اقسام کے۔

اصطلاحات: عُلوّ کے لغوی معنیٰ ہیں بلندی اور رفعت اور اصطلاحی معنیٰ ہیں حالِ سند کی برتری اور رفعت۔ اور نُزُول کے لغوی معنیٰ ہیں اُترنا، فروتر ہونا اور اصطلاحی معنیٰ ہیں حالِ سند کی کمتری۔ اور مطلق کے معنیٰ ہیں۔ بلا قید یعنی فی نفسہٖ اور نِسبی کے معنیٰ ہیں نِسبۃً ای بالنسبۃ الی شیئٍ۔

وسائطِ سند کی قِلّت کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم: سند کے راویوں کی تعداد کے کم ہونے کا نام عُلوّ (بلندی)

ہے اور اس اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں ایک عُلُوِّ مطلق (بلاقید) اور دوسری عُلُوِّ نسبی یعنی کسی چیز کی بہ نسبت۔

عالی، نازل اور مساوی:- اگر کوئی حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے، تو جس سند میں وسائط کی تعداد سب سے کم ہے وہ "عالی" کہلاتی ہے اور جس سند میں وسائط کی تعداد سب سے زیادہ ہے وہ "نازل" کہلاتی ہے اور جن سندوں میں وسائط کی تعداد برابر ہے وہ "مساوی" کہلاتی ہیں۔

عُلُوِّ مُطلق:- یہ ہے کہ راوی سے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک وسائط کی تعداد کم ہو۔

عُلُوِّ نسبی:- یہ ہے کہ راوی سے لے کر کسی امامِ فنِ حدیث تک وسائط کم ہوں (خواہ اُس امام کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک وسائط زائد ہی کیوں نہ ہوں۔

وضاحت:- تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس طرح حضرات محدثین رحمہم اللہ مثلاً امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود، امام ترمذی وغیرہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان رُوات کی قلتِ تعداد سے عُلُوِّ سند اور کثرتِ تعداد سے "نزولِ سند" حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے اور اُن محدثین کے مابین رُوات (اساتذہ) کی تعداد کے کم و بیش ہونے سے "عُلُوّ" اور "نزول" ہوتا ہے اوّل کو "علو مُطلق" اور "نزولِ مطلق" کہتے ہیں اور دوئم کو عُلُوِّ نسبی اور نزولِ نسبی کہتے ہیں۔

اقسام عُلُوِّ نسبی:- عُلُوِّ نسبی کی چار قسمیں ہیں۔ موافقت[1]، بدل[2]، مساوات[3] اور مصافحہ[4]۔

موافقت:- یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مصنف کتاب کے سلسلۂ سند کے علاوہ دوسرے سلسلۂ سند سے، اس مصنف کے شیخ تک پہنچ جائے اور اس دوسری سند کے رواۃ کی تعداد بھی کم ہو تو اُسے مصنف کے ساتھ موافقت کہتے ہیں۔

بدل:- یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مصنف کتاب اور اس کے شیخ کے سلسلۂ سند کے علاوہ دوسرے سلسلۂ سند سے، اُس مصنف کے شیخ الشیخ تک پہنچ جائے اور اس دوسری سند کے رُوات کی تعداد بھی کم ہو تو اُسے مصنف اور اُسکے شیخ کا بدل کہتے ہیں۔

موافقت و بدل کی مثالیں:- مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ قتیبہ بن سعید سے اور

وہ امام مالک رحمہ اللہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں اب اگر ہم کسی ایسی سند سے جسمیں بخاری رحمہ اللہ کا توسط نہ آئے، قتیبہ تک پہنچ جائیں تو یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی موافقت ہے اور اگر بلا توسطِ بخاری و قتیبہ ہم کسی اور سند سے امام مالکؒ تک پہنچ جائیں تو اس کا نام "بدل" ہے۔

مُسَاوَاتْ:- یہ ہے کہ ہم سے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی حدیث کی اسناد کے رُوات کی جو تعداد ہے وہ مساوی (برابر) ہو کسی مُصنّف کتاب سے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک رُوات کی تعداد کے، یعنی ہم اور مصنّف دونوں دربارۂ وسائطِ رُوات برابر ہوں مثلاً امام نسائیؒ ایک حدیث روایت کرتے ہیں اور اُن کے سلسلۂ سند میں دس راوی[1] ہیں اب اگر ہم بلا توسطِ نسائیؒ کسی دوسری سند سے وہی روایت کریں اور ہماری سند کے وسائط بھی دس ہی ہوں تو ہمارے اور امام نسائیؒ کے درمیان "مساوات" ہو جائے گی۔

مُصَافَحَہ:- یہ ہے کہ ہم اور کسی مصنّف کا شاگرد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک وسائط (درمیانی رُوات) کی تعداد میں برابر ہو جائیں پس گویا مصنّف سے ہماری ملاقات اور مصافحہ ہو گیا۔

فَوَائِد:- (۱) ہر حدیث کی صحت کے لئے چونکہ رُوات کی ثقاہت محقق کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے درمیانی رُوات جس قدر زیادہ ہوں گے اُسی قدر ثقاہت کی تحقیق میں دشواری پیش آئے گی اور جس قدر رُوات کی تعداد کم ہوگی اُسی قدر آسانی ہوگی اس وجہ سے کم وسائط والی سند عالی (بلند رُتبہ) اور زائد وسائط والی سند نازل (کم رُتبہ) قرار دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری شریف[2] میں ثلاثیات

---

[1] امام نسائی رحمہ اللہ نے قل ہو اللہ احد کی فضیلت میں ایک حدیث دس(۱۰) وسائط سے روایت کی ہے (ص۱۵۵ ج۱) یہ روایت "الحدیث العُشاری" کہلاتی ہے۔ صحاحِ ستہ میں یہ سب سے لمبی اسناد ہے۔ اتنے وسائط کی سند صحاحِ ستہ میں اور کوئی نہیں ہے۔ [2] بخاری شریف میں بائیس(۲۲) ثلاثیات ہیں جن میں سے گیارہ(۱۱) مکی بن ابراہیم تلمیذِ امام اعظم رحمہما اللہ سے مروی ہیں اور وہ ۱ تا ۴، ۶، ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۷، ۱۹ ہیں اور چھ(۶) ابو عاصم النبیل تلمیذ امام اعظم رحمہما اللہ سے مروی ہیں اور وہ ۵، ۸، ۹، ۱۵، ۱۸، ۲۱ ہیں اور تین محمد بن عبد اللہ الانصاری تلمیذ امام زفر رحمہما اللہ سے مروی ہیں اور وہ ۱۰، ۱۶، ۲۰ ہیں۔ (بقیہ ص۵۴ پر)

(تین وسائط والی روایات) اور موطا امام مالک[1] میں ثنائیات (دو واسطوں والی روایات) کا مرتبہ ممتاز ہے۔

(۲) عُلُوّ وصفِ مرغوب فیہ اس وقت ہے جب کہ سند عالی میں رُوات کی تعداد کی کمی کے ساتھ تمام رُوات ثقہ اور معتبر بھی ہوں اگر کسی جگہ سند نازل کے رُوات ثقاہت میں بڑھے ہوئے ہوں گے تو پھر باعتبارِ صحت نازل ہی عالی مرتبہ ہوگی۔

(۳) موضوع حدیث اور موضوع سند چونکہ بالکل بے اصل ہے اسلئے وہ کسی شمار میں نہیں ہے، خواہ وہ کتنی ہی عالی ہو۔

(۴) جس طرح عالی کے مختلف مراتب اور قسمیں ہیں اسی طرح نازل کے بھی مختلف مراتب اور قسمیں ہیں، کیونکہ نازل مقابل ہے عالی کا۔

> فَإِنْ تَشَارَكَ الرَّاوِيُ وَمَنْ رَوَىٰ عَنْهُ، فِي السِّنِّ وَ اللُّقِيِّ فَهُوَ الْأَقْرَانُ، وَإِنْ رَوَىٰ كُلٌّ مِنْهُمَا عَنِ الْآخَرِ فَالْمُدَبَّجُ؛ وَإِنْ رَوَىٰ عَمَّنْ دُوْنَهُ فَالْأَكَابِرُ عَنِ الْأَصَاغِرِ، وَمِنْهُ: الْآبَاءُ عَنِ الْأَبْنَاءِ، وَفِي عَكْسِهِ كَثْرَةٌ؛ وَمِنْهُ: مَنْ رَوَىٰ عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ ۔

ترجمہ:۔ پھر اگر راوی (شاگرد) اور جس سے وہ روایت کرتا ہے باہم شریک ہوں عمر میں اور اساتذہ سے لقاء (ملاقات کرنے) میں، تو وہ (روایت) اَلْأَقْرَانُ ہے اور اگر روایت کرتا ہے ان میں کا ہر ایک دوسرے سے تو وہ "مُدَبَّج" ہے اور اگر کوئی راوی اس شخص سے روایت کرے جو اس سے کم رُتبہ ہے تو وہ "روایت الاکابر عن الاصاغر" ہے اور اس میں شامل ہے "روایت الآباء عن الابناء" اور اس کی برعکس صورت بہت ہے اور اس میں شامل ہے عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت۔

(بقیہ حاشیہ ص۵۳ کا) اور ایک عصام بن خالد حمصی رحمہ اللہ سے اور وہ ۱۳ ہے اور ایک خلاد بن یحیٰی کوفی رحمہ اللہ سے اور وہ ۲۲ ہے۔ بخاری شریف کے حاشیہ میں جلی قلم سے ثلاثیات کی نشاندہی کردی گئی ہے البتہ ایک دو جگہ کاتب سے تسامح ہوا ہے اس کا خیال رہے ترمذی شریف میں صرف ایک ثلاثی حدیث ہے (دیکھئے ص۵۲) ابن ماجہ میں پانچ ثلاثیات ہیں مگر اس کا راوی متکلم فیہ ہے۔ باقی صحاح ستہ میں ثلاثیات نہیں ہیں۔

[1] موطا مالک میں ثنائیات بہت ہیں مالک عن نافع عن ابن عمر کی سند سے اور مالک عن الزہری عن صحابی کی سند سے آنیوالی جملہ روایات ثنائیات ہیں۔ مسند امام اعظم میں اور امام محمد کی کتاب الآثار میں اس سے بھی زیادہ ثنائیات ہیں۔ (باقی)

حدیث کی تقسیم باعتبار روایت:۔ روایت کرنے کے اعتبار سے حدیث شریف کی چار قسمیں ہیں، روایتُ الاقران، مُدَبَّج، روایتُ الاکابر عن الاصاغر اور روایتُ الاصاغر عن الاکابر۔

۱۔ روایتُ الاقران:۔ یہ ہے کہ راوی (شاگرد) اور مروی عنہ (استاذ) روایت حدیث سے تعلق رکھنے والی کسی بات میں شریک ہوں مثلاً دونوں ہم عمر ہوں یا استاذ بھائی ہوں تو اس کو روایت الاقران یعنی قرین (ساتھی) کی روایت قرین سے کہتے ہیں۔

۲۔ روایتِ مُدَبَّج:۔ یہ ہے کہ ہر ایک قرین اپنے قرین سے روایت کرے۔ مُدَبَّج مشتق ہے دِیْبَاجَتَیِ الْوَجْہ سے جس کے معنیٰ ہیں چہرے کے دونوں رخسار چونکہ اس قسم میں ہر قرین دوسرے قرین سے روایت کرتا ہے اس لئے اس کو مُدَبَّج کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ روایت مُدَبَّج خاص ہے اور روایت الاقران عام ہے کیونکہ مُدَبَّج میں ہر ایک جانب سے روایت ہونی ضروری ہے اور روایتُ الاقران میں یہ شرط نہیں ہے ایک جانب سے بھی روایت کافی ہے پس ہر مُدَبَّج، اقران ہے مگر ہر اقران، مُدَبَّج نہیں ہے

تنبیہ:۔ اگر استاذ شاگرد سے روایت کرے تو وہ مُدَبَّج نہیں ہے بلکہ وہ روایتُ الاکابر عن الاصاغر ہے کیونکہ مدبج نام ہے قرین سے قرین کی روایت کا اور استاذ شاگرد قرین نہیں ہیں۔

۳۔ روایتُ الاکابر عن الاصاغر:۔ یہ ہے کہ بڑا چھوٹے سے روایت کرے (خواہ وہ بڑا عمر کے لحاظ سے ہو یا علم وضبط کے اعتبار سے)

فائدہ: آباء کا اپنی اولاد سے روایت کرنا یا شیخ کا اپنے تلمیذ سے روایت کرنا یا صحابی کا تابعی سے روایت کرنا بھی اسی قسم سوم میں داخل ہے۔

۴۔ روایتُ الاصاغر عن الاکابر:۔ قسم سابق کا برعکس ہے یعنی چھوٹے کا بڑے سے روایت کرنا۔ اس قسم کا وقوع بہت کثیر ہے کیونکہ عام طور پر روایات اسی قبیل سے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بلکہ مسند امام اعظم میں ایک واسطہ والی روایات بھی ہیں۔

فائدہ:۔ عن ابیہ عن جدہ کی سند سے جتنی روایات مروی ہیں وہ سب اسی قسم چہارم میں داخل ہیں اور اس طرح کی عبارت میں ہر جگہ دونوں ضمیروں کا مرجع پہلا راوی ہوتا ہے مثلاً بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کا مطلب یہ ہے کہ بھز اپنے والد حکیم سے اور حکیم بھز کے دادا یعنی اپنے والد معاویہ بن حَیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مگر عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہے۔ اس عبارت میں ابیہ کی ضمیر تو عمرو کی طرف راجع ہے۔ مگر جدہ کی ضمیر شعیب کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ عمرو اپنے والد شعیب سے روایت کرتے ہیں اور شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں۔

> وَإِنِ اشْتَرَكَ اثْنَانِ عَنْ شَيْخٍ، وَتَقَدَّمَ مَوتُ أَحَدِهِمَا، فَهُوَ السَّابِقُ وَاللَّاحِقُ

ترجمہ:۔ اور اگر دو شخص کسی شیخ سے روایت کرنے میں شریک ہوں اور ان میں سے ایک کی موت پہلے ہو جائے تو ایسے دو راوی "سابق ولاحق" ہیں۔

سابق ولاحق: ایسے دو راوی ہیں جو کسی شیخ سے روایت کرنے میں شریک ہوں مگر ان میں سے ایک کا انتقال پہلے ہو گیا ہو اور دوسرے کا بعد میں اور دونوں کی وفات میں معتد بہ فاصلہ ہو تو اوّل انتقال کرنے والے کو "سابق" اور بعد میں انتقال کرنے والے کو "لاحق" کہتے ہیں۔

سابق ولاحق کی درمیانی مدت:۔ تقریباً ایک سو پچاس سال تک پائی گئی ہے مثلاً حافظ ابوطاہر سِلَفی[1] (متوفی ۵۷۶ھ) سے ابوعلی بردانی (متوفی ۴۹۸ھ) نے ایک حدیث سنی ہے اور اسے روایت بھی کی ہے اور ان کی وفات استاذ سے اٹھتر سال پہلے ہوئی ہے اور سِلَفی کے آخری شاگرد ان کے نواسے ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن مکّی (متوفی ۶۵۰ھ) ہیں پس بردانی سابق کہلائیں گے اور ابوالقاسم لاحق کیونکہ دونوں کی وفات کے درمیان ایک سو باون (۱۵۲) سال کا فصل ہے

[1] سِلَفی ان کے جدّ امجد سِلَفہ کی طرف نسبت ہے۔ سِلَفہ کے لغوی معنی ہیں ہونٹ کٹا۔

سابق ولاحق کی معرفت کا فائدہ:۔ یہ ہے کہ لاحق سے علو سند حاصل کیا جاسکتا ہے، کیونکہ سابق سے روایت کرنے میں جو واسطہ ہے وہ لاحق سے روایت کرنے میں کم ہو جائے گا نیز تدلیس کا شبہ بھی ختم ہو جائیگا اور لاحق کی سند سے کسی راوی کے ساقط ہونے کا وہم بھی منتفی ہو جائے گا۔

> وَإِنْ رَوىٰ عَنِ اثْنَيْنِ مُتَّفِقِي الإِسْمِ، وَلَمْ يَتَمَيَّزَا، فَبِاخْتِصَاصِهِ بِأَحَدِهِمَا يَتَبَيَّنُ الْمُهْمَلُ۔

ترجمہ:۔ اگر کوئی راوی ایسے دو اساتذہ سے روایت کرے جو ہمنام ہوں اور ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہوں تو ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ راوی کے اختصاص کی وجہ سے مہمل (مشتبہ) کی وضاحت ہو جائے گی۔

مہمل رواۃ:۔ وہ ہیں جو ہم نام ہونے کی وجہ سے ممتاز نہ ہوں۔ ناموں کا یہ اشتراک کبھی تو صرف راویوں کے ناموں میں ہوتا ہے اور کبھی آباء کے ناموں میں بھی اور کبھی دادا کے ناموں میں بھی اور کبھی نسبت میں بھی اشتراک ہوتا ہے۔

امتیاز کی ضرورت:۔ اگر ہم نام اساتذہ سبھی ثقہ ہوں تو ان میں امتیاز کی چنداں ضرورت نہیں ہے جیسے امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت عن احمد عن ابن وھب میں احمد بن صالح بھی ہو سکتے ہیں اور احمد بن عیسیٰ بھی مگر چونکہ دونوں ثقہ ہیں اس لئے تعیین کی کوئی خاص حاجت نہیں ہے۔ البتہ اگر ہم نام اساتذہ ثقہ اور غیر ثقہ دونوں طرح کے ہوں تو ان میں لامحالہ امتیاز کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔

امتیاز کا طریقہ:۔ اسباب امتیاز چار ہیں (۱) نسب (باپ دادا وغیرہ) (۲) نسبت (قبیلہ پیشہ وغیرہ) (۳) لقب (۴) کنیت وغیرہ ان اسباب اربعہ میں سے کسی ذریعہ سے امتیاز ہو سکتا ہو تو ان کے ذریعہ امتیاز کیا جائیگا۔ ممکن نہ ہو تو پھر راوی کو جس شیخ کے ساتھ خصوصیت ہوگی اس سے روایت سمجھی جائیگی اگر خصوصیت بھی سب کے ساتھ یکساں ہو تو پھر قرائن اور ظن غالب سے امتیاز کیا جائیگا۔

وَإِنْ جَحَدَ الشَّيْخُ مَرْوِيَّهُ جَزْمًا رُدَّ، أَوِ احْتِمَالًا قُبِلَ، فِي الْأَصَحِّ؛ وَفِيهِ: «مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ»

ترجمہ:۔ اور اگر شیخ اپنی روایت کردہ حدیث کا انکار کر دے، یقین کے ساتھ تو وہ رد کر دی جائے گی یا (انکار کرے) احتمال کے ساتھ تو قبول کی جائے گی، اصح قول میں، اور اس میں (کتاب) مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ (جس نے حدیث بیان کی پھر بھول گیا) تصنیف کی گئی ہے۔

روایت کردہ حدیث کا انکار:۔ راوی کا کسی حدیث کے متعلق انکار کہ میں نے یہ حدیث بیان نہیں کی ہے، دو طرح کا ہوتا ہے جزم و یقین کے ساتھ اور شک و احتمال کے ساتھ۔

جزماً انکار:۔ یہ ہے کہ ایک حدیث جس شیخ سے روایت کی جا رہی ہے وہ شیخ اس سے یقینی طور پر منکر ہے مثلاً کہتا ہے کہ: "یہ مجھ پر جھوٹ ہے" یا یہ کہتا ہے کہ: "میں نے یہ روایت بیان نہیں کی" ایسی صورت میں وہ حدیث قابلِ عمل نہیں ہوگی، کیونکہ استاذ اور شاگرد میں سے لاعلی التعیین ایک بالیقین جھوٹا ہے اور جھوٹے کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔

احتمالی انکار:۔ یہ ہے کہ شیخ کہے: "مجھے یہ حدیث یاد نہیں ہے،" یا کہے کہ: "میں یہ حدیث نہیں جانتا" ایسی صورت میں اصح مذہب یہ ہے کہ حدیث مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو۔ کیونکہ جب راوی ثقہ ہے تو قوی احتمال یہی ہے کہ شیخ نے بالیقین روایت بیان کی ہوگی مگر وہ بھول گئے ہوں گے۔

فائدہ:۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ" اس کتاب میں ان تمام شیوخ کو جمع کیا ہے جو کوئی حدیث بیان کر کے بھول گئے ہیں۔

وَإِنِ اتَّفَقَ الرُّوَاةُ فِي صِيَغِ الْأَدَاءِ، أَوْ غَيْرِهَا مِنَ الْحَالَاتِ، فَهُوَ الْمُسَلْسَلُ"

ترجمہ:۔ اور اگر راوی متفق ہوں ادار (بیان حدیث) کے الفاظ میں، یا اس کے علاوہ دیگر احوال میں تو وہ "مسلسل" ہے۔

حدیث مُسَلْسَل:۔ وہ ہے جس کو سلسلۂ سند کے تمام رُوات ایک ہی صیغہ و لفظ کے ساتھ بیان کریں، یا بیان کرتے وقت سب کی حالتِ قولیہ وفعلیہ ایک ہو، یا صرف حالتِ قولیہ، یا صرف حالتِ فعلیہ ایک ہو۔

وحدتِ صیغہ کی مثال: یہ ہے کہ ہر ایک راوی ابتدائے سند سے آخر تک حَدَّثَنَا یا سَمِعْتُ یا قَالَ وغیرہ کہے۔

وحدتِ قولیہ وفعلیہ کی مثال: حضرت انس رضی اللہ عنہ مرفوعًا روایت کرتے ہیں کہ لَا يَجِدُ الْعَبْدُ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ، خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ، حُلْوِهٖ وَمُرِّهٖ قال انس: وَقَبَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ، وقال: "آمَنْتُ بِالْقَدْرِ" (ترجمہ: بندہ ایمان کی شیرینی محسوس نہیں کرتا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے، بھلی تقدیر پر بھی اور بُری (نقصان رساں) تقدیر پر بھی، میٹھی پر بھی اور کڑوی پر بھی۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ (یہ ارشاد فرما کر) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ڈاڑھی پکڑی اور فرمایا کہ "میں تقدیر پر ایمان لایا") یہ حدیث روایت کرتے وقت ہر ایک راوی اپنی ڈاڑھی پکڑ کر آمَنْتُ بِالْقَدْرِ کہا کرتا تھا۔

وحدتِ قولیہ کی مثال:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اِنِّیْ اُحِبُّكَ فَقُلْ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ: "اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ" (ترجمہ: مجھے تم سے محبت ہے پس تم ہر نماز کے بعد اللّٰھم اعنی الخ کہا کرو یعنی اے اللہ! میری مدد فرما اپنے ذکر میں اور شکر میں اور بہترین عبادت کرنے میں) اس حدیث کو روایت کرتے وقت ہر ایک راوی اسی طرح اپنے شاگرد سے کہا کرتا تھا کہ اِنِّیْ اُحِبُّكَ فَقُلْ الخ

وحدتِ فعلیہ کی مثال:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: شَبَّکَ بِیَدِیْ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم وقال: خَلَقَ اللّٰہُ الأرضَ یوم السَّبتِ (ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں میری انگلیوں میں داخل فرما کر ارشاد فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ نے زمین بار کے روز پیدا فرمائی") اس حدیث کو بھی ہر ایک راوی اپنے شاگرد کے ہاتھ میں تشبیک کر کے بیان کیا کرتا تھا

وَصِیَغُ الْأَدَاءِ: سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِیْ، ثُمَّ أَخْبَرَنِیْ وَقَرَأْتُ عَلَیْہِ، ثُمَّ قُرِئَ عَلَیْہِ وَأَنَا أَسْمَعُ ثُمَّ أَنْبَأَنِیْ، ثُمَّ نَاوَلَنِیْ، ثُمَّ شَافَهَنِیْ، ثُمَّ کَتَبَ إِلَیَّ، ثُمَّ عَنْ وَنَحْوُهَا. فَالأَوَّلاَنِ: لِمَنْ سَمِعَ وحدَہ من لفظ الشیخ، فَإِنْ جَمَعَ فَمَعَ غَیْرِہٖ، وَأَوَّلُهَا: أَصْرَحُهَا وَأَرْفَعُهَا، فِی الإِمْلاَءِ. وَالثَّالِثُ وَالرَّابِعُ: لِمَنْ قَرَأَ بِنَفْسِہٖ، فَإِنْ جَمَعَ فَهُوَ کَالْخَامِسِ. وَالإِنْبَاءُ بِمَعْنَی الإِخْبَارِ، إِلاَّ فِی عُرْفِ الْمُتَأَخِّرِیْنَ فهو لِلْإِجَازَةِ، کَعَنْ. وَعَنْعَنَةُ الْمُعَاصِرِ مَحْمُوْلَةٌ عَلَی السّماعِ، إِلاَّ من مُدَلِّسٍ: وَقِیْلَ، یُشْتَرَطُ ثُبُوْتُ لِقَائِهِمَا، وَلَوْ مَرَّةً، وهو الْمُخْتَارُ. وَأَطْلَقُوا الْمُشَافَهَةَ فِی الْإِجَازَةِ الْمُتَلَفَّظِ بِهَا، وَالْمُکَاتَبَةَ فِی الإِجَازَةِ المکتوب بها. وَاشْتَرَطُوْا فِی صِحَّةِ الْمُنَاوَلَةِ اقْتِرَانَهَا بِالإِذْنِ بِالرِّوَایَةِ، وَهِیَ أَرْفَعُ أَنْوَاعِ الإِجَازَةِ: وَکَذَا اشْتَرَطُوا الإِذْنَ فِی الْوِجَادَةِ، وَالْوَصِیَّةِ بِالْکِتَابِ وَفِی الإِعْلاَمِ، وَإِلاَّ فَلاَ عِبْرَةَ بِذٰلِکَ، کَالإِجَازَةِ الْعَامَّةِ، وللمجهول وللمعدوم، عَلَی الأَصَحِّ فِی جَمِیْعِ ذٰلِکَ۔

ترجمہ:- اور حدیث بیان کرنے کے الفاظ سَمِعْتُ (سنا میں نے) اور حَدَّثَنِیْ (اس نے مجھ سے بیان کیا) ہیں پھر أَخْبَرَنِیْ (اس نے مجھے بتلایا)، اور قَرَأْتُ عَلَیْہِ (میں نے اس کے سامنے پڑھا) ہیں، پھر قُرِئَ عَلَیْہِ وَأَنَا أَسْمَعُ (اس کے سامنے پڑھی گئی درانحالیکہ میں سن رہا تھا) ہے، پھر أَنْبَأَنِیْ (اس نے مجھے خبر دی) ہے

پھر ناوَلَنِیْ (اس نے مجھے کتاب یا حدیث لکھ کر دی ہے)، پھر شَافَھَنِیْ (اس نے مجھے منہ در منہ بتائی) ہے، پھر کَتَبَ اِلَیَّ (اس نے مجھے لکھ بھیجی) ہے، پھر عَنْ (سے) اور اس کے مانند کلمات ہیں ——— پس پہلے دو لفظ (سَمِعْتُ اور حدثنی) اس شخص کے لئے ہیں جو تنہا استاذ کے منہ سے حدیث سنے، پھر اگر وہ صیغۂ جمع لائے (اور کہے کہ سَمِعْنَا یا حَدَّثَنَا) تو وہ دوسروں کے ساتھ (سننا) ہے ——— اور سب سے پہلا لفظ (سَمِعْتُ) واضح ترین اور برترین لفظ ہے، لکھنے کی صورت میں ——— اور سوم اور چہارم (یعنی اخبرنی اور قرأتُ علیہ) اس شخص کے لئے ہیں جو (استاذ کے سامنے) خود حدیث پڑھے۔ پس اگر وہ صیغۂ جمع لائے (اور کہے کہ اَخْبَرَنَا یا قَرَأْنَا عَلَیْہِ) تو وہ پانچویں لفظ (قُرِئَ عَلَیْہِ وانا اَسْمَعُ) کی طرح ہیں۔ اور انباء بمعنیٰ اخبار ہے، مگر متاخرین کی اصطلاح میں اجازت کے لئے ہے، جیسے عَنْ ——— اور ہم عصر کا عَنْعَنَہ (لفظ عَنْ سے روایت کرنا) سِمَاع (سننے) پر محمول ہے مگر تدلیس کرنے والے کا عنعنہ مستثنیٰ ہے اور بعض لوگوں نے دونوں (ہمعصروں) کی ملاقات کی شرط لگائی ہے، اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو اور یہی پسندیدہ قول ہے ——— اور محدثین مُشَافَہَۃ کا لفظ اُس اجازت کیلئے بولتے ہیں جو زبانی دی گئی ہو اور مُکَاتَبَۃ کا لفظ اُس اجازت کے لئے بولتے ہیں جو لکھ کر دی گئی ہو ——— اور محدثین نے مُنَاوَلَہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط لگائی ہے کہ کتاب دینے کے ساتھ روایت کرنے کی اجازت بھی دی ہو۔ اور مناولہ اجازت کی بلند ترین قسم ہے ——— اور اسی طرح محدثین نے وِجَادَۃ میں اور کتاب کی وصیت میں اور اِعْلَام (بتلانے) میں بھی اجازت کی شرط لگائی ہے، ورنہ (بے اجازت) اِن کا کچھ اعتبار نہیں ہے جس طرح عام اجازت اور مجہول کے لئے اجازت اور معدوم کے لئے اجازت بے معنیٰ ہے صحیح ترین قول کے اعتبار سے تینوں میں۔

حدیث شریف بیان کرنے کے لئے الفاظ

حدیث شریف بیان کرنے کے لئے الفاظ بہت ہیں۔ مصنف علیہ الرحمہ نے ان کو آٹھ مراتب میں اس طرح تقسیم کیا ہے نمبر ۱ سَمِعْتُ اور حَدَّثَنِی نمبر ۲ اخبرنی اور قَرَأْتُ عَلَیْہِ نمبر ۳ قُرِئَ علیہ وانا اسمع نمبر ۴ اَنْبَأَنِی نمبر ۵ ناولنی نمبر ۶

شافہنی نسبر کتب الیّ فلان اور نمبر عن، قال، ذکر، روی وغیرہ

سمعت یا حدثنی:۔ بصیغہ واحد اس وقت بولے جاتے ہیں جب شاگرد نے تنہا شیخ سے وہ حدیث سنی ہو۔

سمعنا یا حدثنا:۔ بصیغہ جمع اُس وقت بولے جاتے ہیں جب شاگرد نے ساتھیوں کے ساتھ شیخ سے وہ حدیث سُنی ہو (جمع کے یہ صیغے کبھی تنہا سننے کی صورت میں بھی بولے جاتے ہیں)

تنبیہ:۔ آج کل کی مروّجہ صورت کہ تلمیذ پڑھتا ہے اور شیخ سنتا ہے زمانۂ سابق میں نادر و کمیاب تھی بلکہ صورت یہ تھی کہ شیخ حدیث پڑھتا تھا اور تلامذہ سنتے تھے اور پھر اُسی طرح روایت کرتے تھے۔

سمعت کا مرتبہ: سمعت تمام کلماتِ ادا میں فائق ہے۔ اس لئے کہ اس صیغہ سے صراحۃً خود سُننا ثابت ہوتا ہے، پھر سننے کے ساتھ ہی ساتھ اگر تلمیذ، استاذ سے سنے ہوئے الفاظ لکھ بھی لے تو یہ سماعِ حدیث کا سب سے اونچا درجہ ہے۔

اخبرنی اور قرأت علیہ: بصیغہ واحد اس وقت بولے جاتے ہیں، جب شاگرد نے تنہا شیخ کے سامنے وہ حدیث پڑھی ہو۔

اخبرنا اور قرأنا علیہ: (بصیغہ جمع) اور قُرِئَ علیہ وانا اسمع اُس وقت بولے جاتے ہیں، جب شاگرد نے ساتھیوں کے ساتھ شیخ کے سامنے وہ حدیث پڑھی ہو۔

انباء:۔ متقدمین کے نزدیک اِخبار (خبر دینا) کے ہم معنیٰ ہے پس اخبرنی اور اخبرنا کی جگہ پر انبانی اور انبانا بھی استعمال کر سکتے ہیں مگر متاخرین کی اصطلاح میں عن کی طرح اجازت کے لئے ہے (اس لئے اس کو مستقل مرتبۂ رابعہ میں شمار کیا ہے)

عنعنہ اور حدیثِ معنعن:۔ لفظ عن سے روایت کرنے کا نام عنعنہ ہے اور جو حدیث بصیغہ عن روایت کی جاتی ہے اس کو معنعن کہتے ہیں جیسے فلانٌ عن فلانٍ الخ

عنعنہ کا حکم:۔ عنعنہ دو شرطوں کے ساتھ سماع پر محمول کیا جاتا ہے (۱) راوی اور مروی عنہ میں معاصرت ہو یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہو (۲) راوی مدلس نہ ہو ـــــ البتہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ایک تیسری شرط لقاء

(ملاقات ہونا) بھی ہے یعنی وہ معاصرت کے ساتھ راوی اور مروی عنہ کی باہمی ملاقات کو بھی شرط کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک عنعنہ سماع پر اُسی وقت محمول ہوگا جب کم از کم ایک بار راوی اور مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو۔ مصنّف رحمہ اللہ نے اُسی کو پسندیدہ مذہب کہا ہے مگر امام مسلم رحمہ اللہ نے مقدمہ مُسلم شریف میں اس پر نہایت سخت ردّ کیا ہے۔ تطبیق کی ایک صورت یہ نکالی گئی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ شرط صرف صحیح بخاری میں حدیث لینے کے لئے ہے فی نفسہٖ حدیث کی صحت کے لئے اور سند کے اتصال کے لئے اُن کے نزدیک بھی یہ شرط نہیں ہے۔

فَائدہ: قَالَ اور ذَکَرَ کے بعد اگر لِیْ یا لَنَا آئے تو سماع پر دلالت ہوگی، مگر اُس سماع پر جو مذاکرہ (باہمی گفتگو) کے طور پر ہو، نہ کہ اُس سماع پر جو تحدیث (بیانِ حدیث) کے طور پر ہو یعنی اِس وقت یہ الفاظ اجازت کے لئے نہیں ہوں گے۔

اَجَازَتْ: یہ ہے کہ شیخ اپنی سند سے روایت کرنے کی کسی کو اجازت دیدے، خواہ اُس سے راوی نے وہ حدیث سنی ہو یا نہ سنی ہو۔

مُشَافَہَہ: لغت میں منہ در منہ گفتگو کرنے کو کہتے ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں اُس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ اپنی زبان سے روایت کرنے کی اجازت دے۔

مُکَاتَبَہ: متأخرین کی اصطلاح میں یہ ہے کہ شیخ کسی کو اپنی سند سے روایت کرنے کی تحریری اجازت دے اور متقدمین کے نزدیک مکاتبہ یہ ہے کہ شیخ حدیث لکھ کر تلمیذ کو پہنچا دے، خواہ روایت کی اجازت دے یا نہ دے۔

مُنَاوَلَہ: یہ ہے کہ شیخ اپنی اصل کتاب یا اس کی نقل تلمیذ کو دیدے یا تلمیذ شیخ کی کتاب نقل کر کے شیخ کے روبرو پیش کرے اور دونوں صورتوں میں شیخ کہے کہ "میں اس کتاب کو فلاں سے روایت کرتا ہوں اور میں تمہیں اپنی سند سے اس کو روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں" (اجازت کی یہ صورت سب سے ارفع و اعلیٰ ہے)

نوٹ: تلمیذ کا اصل کتاب پر یا اس کی نقل پر قبضہ بھی ہونا چاہیئے تاکہ وہ اس سے نقل کر کے مقابلہ کر سکے۔

وِجَادَتْ: یہ ہے کہ کوئی حدیث لکھی ہوئی مل جائے اور طرزِ تحریر سے یا دستخط سے یا شہادت وغیرہ سے یقین ہو جائے کہ یہ فلاں کی تحریر ہے۔

وِجَادَتْ کے ذریعہ رَوایت: اُس وقت جائز ہے جبکہ صاحبِ تحریر نے اس کی روایت

کی اجازت بھی دی ہو۔ اجازت کی صورت میں لفظ اَخْبَرَنِی سے روایت کرسکتا ہے۔ اور اجازت نہ ہونے کی صورت میں یہ کہکر روایت کرسکتا ہے کہ: فلاں کے قلم سے لکھی ہوئی تحریر میں یوں ہے "(وَجَدْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ) یا اس کے ہم معنیٰ کوئی اور لفظ کہے الغرض اخبرنی نہیں کہہ سکتا۔

وصیّتِ کتاب:- یہ ہے کہ کوئی شیخ مرتے وقت وصیت کر جائے کہ میری لکھی ہوئی کتاب فلاں کو دیدی جائے۔

وَصیّتْ کے ذریعہ رَوایتْ:- جائز ہے۔ بشرطیکہ مُوصِی نے مُوصیٰ لہٗ کو روایت کی اجازت دے رکھی ہو۔

اِعْلام:- یہ ہے کہ کوئی شیخ کسی تلمیذ کو بتلا دے کہ میں فلاں کتاب کو فلاں محدث سے روایت کرتا ہوں۔

اِعلام کے ذَریعہ رَوایت:- بھی جائز ہے بشرطیکہ شیخ نے اُس تلمیذ کو روایت کی اجازت دے رکھی ہو۔

اِجَازتِ عَامَّہ:- یہ ہے کہ کوئی شیخ کہدے کہ: "میں نے اپنی سند سے روایت کرنے کی فلاں جماعت کو یا تمام مسلمانوں کو اجازت دیدی"

اِجَازتُ للمجْہُول:- یہ ہے کہ شیخ کسی نامعلوم شخص کو روایت کی اجازت دیدے مثلاً کہے کہ: "میں نے ایک طالب علم کو یا ثقہ کو روایت کی اجازت دی" یا کسی مُسَمّٰی کو اجازت دے مگر وہ مُسَمّٰی اپنے ہم ناموں کے ساتھ اشتباہ کی وجہ سے غیر معلوم ہو جائے مثلاً کہے کہ: "میں نے محمد کو اجازت دی" درانحالیکہ محمد نامی کئی آدمی ہوں۔

اِجَازتُ بالمجْہُول:- یہ ہے کہ شیخ کسی کو غیر معلوم حدیث کی روایت کرنیکی اجازت دے مثلاً کہے کہ: "میں نے تم کو حدیث کی کتاب کی یا اپنی بعض مسموعات کے روایت کرنے کی اجازت دی" اور وہ کتاب اور وہ بعض مسموعات کسی طرح بھی معلوم اور متعین نہ ہو سکتے ہوں۔

اِجَازتُ للمعْدُوم:- یہ ہے کہ شیخ کسی غیر موجود شخص کو روایت کی اجازت دے مثلاً کہے کہ: "میں نے فلاں بچہ کو جو پیدا ہوگا روایت کی اجازت دی"

اخیری چَار صورتوں میں رَوایتْ:- اصح مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں یعنی اجَازتِ عامّہ،

اجازت للمجہول، اجازت بالمجہول، اور اجازت للمعدوم میں سے کسی صورت میں بھی روایت کرنا جائز نہیں۔

ثُمَّ الرُّوَاةُ إِنِ اتَّفَقَتْ أَسْمَاؤُهُمْ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ فَصَاعِدًا وَاخْتَلَفَتْ أَشْخَاصُهُمْ فَهُوَ الْمُتَّفِقُ وَالْمُفْتَرِقُ، وَإِنِ اتَّفَقَتِ الْأَسْمَاءُ خَطًّا، وَاخْتَلَفَتْ نُطْقًا فَهُوَ الْمُؤْتَلِفُ وَالْمُخْتَلِفُ؛ وَإِنِ اتَّفَقَتِ الْأَسْمَاءُ، وَاخْتَلَفَتِ الْآبَاءُ، أَوْ بِالْعَكْسِ، فَهُوَ الْمُتَشَابِهُ، وَكَذَا إِنْ وَقَعَ ذٰلِكَ الْإِتِّفَاقُ فِي الْإِسْمِ، واسمِ الأبِ، وَالْإِخْتِلَافُ فِي النِّسْبَةِ. وَيَتَرَكَّبُ مِنْهُ، وَمِمَّا قَبْلَهُ أَنْوَاعٌ، منها: أَنْ يَحْصُلَ الْإِتِّفَاقُ أَوِ الْإِشْتِبَاهُ، إِلَّا فِي حرفٍ او حرفين، او بالتقديم و التأخير اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ۔

ترجمہ:۔ پھر راوی، اگر متفق ہوں اُن کے نام، اور ان کے والد کے نام یا اوپر بھی، (اتفاق ہو مثلاً دادا کے نام میں) اور مختلف ہوں ان کی شخصیتیں تو وہ "متفق و مفترق" ہیں ـــــــ اور اگر متفق ہوں راویوں کے نام لکھنے میں، اور مختلف ہوں بولنے میں تو وہ "موتلف و مختلف" ہیں ـــــــ اور اگر راویوں کے نام تو متفق ہوں مگر اُن کے والد کے نام مختلف ہوں یا اس کا برعکس ہو تو وہ "متشابہ" ہیں ـــــــ اور اسی طرح ہے اگر پایا جائے یہ اتفاق راویوں اور ان کے آباء کے ناموں میں مگر اُن کی نسبت میں اختلاف ہو ـــــــ اور متشابہ اور اس سے پہلے والی قسموں سے ملکر کئی قسمیں بنتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اتفاق یا اشتباہ پایا جاتا ہو، مگر ایک یا دو حرفوں میں (نہ پایا جاتا ہو) یا تقدیم و تاخیر کی وجہ سے یا اسی طرح کی کسی اور بات کی وجہ سے (اشتباہ پیدا ہو گیا ہو)

ہم نامی کی وجہ سے رُوات میں اشتباہ اور اسکی قسمیں:۔ کبھی روات میں ہم نام ہونے کی وجہ سے اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار سے رُوات کی تین قسمیں ہیں (۱) متّفِق و مفترِق ـــــــ

(۲) مُوتَلِف و مختلِف اور (۳) متشابہ

مُتّفِق و مُفتَرِق:۔ وہ راوی ہیں جن کے نام مع ولدیت کے لکھنے میں بھی اور بولنے میں بھی یکساں ہوں اور ان کی شخصیتیں علٰحدہ علٰحدہ ہوں۔ ایسے رواۃ کو نام یکساں ہونے کی وجہ سے مُتّفِق اور ذوات مختلف ہونے کی وجہ سے مُفتَرِق کہا جاتا ہے۔ پھر اس کی کئی صورتیں ہیں (۱) رُواۃ کے نام مع ولدیت کے یکساں ہوں جیسے خلیل بن احمد نام کے چھ راوی ہیں (۲) دادا تک نام یکساں ہوں جیسے احمد بن جعفر بن حمدان نام کے ایک ہی طبقہ میں چار حضرات ہیں (۳) کنیت اور نسبت یکساں ہو جیسے ابوعمران جَونی نام کے دو شخص ہیں (۴) رُواۃ کے نام مع ولدیت اور نسبت کے یکساں ہوں جیسے محمد بن عبداللہ انصاری نامی دو راوی ہیں (۵) کنیت اور ولدیت یکساں ہو جیسے ابوبکر بن عیاش نام کے تین راوی ہیں۔

مُوتَلِف و مُختَلِف:۔ وہ راوی ہیں جن کے نام لکھنے میں تو یکساں ہوں مگر تلفظ میں مختلف ہوں جیسے عَقِیل (بفتح العین وکسر القاف) اور عُقَیل (بضم العین وفتح القاف) ایسے رُواۃ کو بلحاظ کتابت مُوتَلِف (یعنی متفق) اور بلحاظ تلفظ مختلف کہا جاتا ہے۔

متشابہ:۔ وہ ہمنام راوی ہیں جن کی ولدیت تلفظ میں مختلف اور کتابت میں متفق ہو جیسے محمد بن عَقِیل (نیشاپوری) اور محمد بن عُقَیل (فریابی) ——— یا اس کا برعکس ہو یعنی رُواۃ کے نام تلفظ میں مختلف اور کتابت میں یکساں ہوں اور ولدیت بالکل یکساں ہو جیسے شُریح بن النعمان (تابعی) اور سُریج بن النعمان (استاذ امام بخاریؒ) ——— یا رُواۃ کے نام مع ولدیت کے بالکل یکساں ہوں اور نسبت تلفظ میں مختلف اور کتابت میں متفق ہو جیسے محمد بن عبداللہ مُخَرِّمی (استاذ امام بخاری وابوداؤد ونسائی رحمہم اللہ) اور محمد بن عبداللہ مَخْزَمی (تلمیذ امام شافعیؒ)

تنبیہ:۔ متشابہ سابقہ دونوں قسموں (متفق و مفترق اور مؤتلف ومختلف) سے مل کر وجود میں آتی ہے کیونکہ متشابہ میں بعض نام خطاً ونطقاً یکساں ہوتے ہیں پس وہ متفق ومفترق ہیں اور بعض نام خطاً تو یکساں ہوتے ہیں مگر نطقاً مختلف ہوتے ہیں پس وہ مؤتلف ومختلف ہیں مثلاً محمد بن عَقِیل اور محمد بن عُقَیل متشابہ ہیں ان میں محمد متفق ومفترق ہیں (یعنی نام یکساں اور ذوات مختلف ہیں) اور عقیل اور

عُقیل مؤتلف و مختلف ہیں۔

مزید اقسام:- متشابہ، ماسبق اقسام (متفق و مفترق اور مؤتلف و مختلف) سے مل کر کئی قسمیں بنتی ہے، مثلاً:

(۱) راوی کے نام میں، یا ولدیت میں، یا دادا میں، یا نسبت میں، یا کنیت میں تو اتفاق یا اشتباہ ہو مگر ایک دو حروف میں اتفاق و اشتباہ نہیں رہا۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں (الف) حروف کی تعداد یکساں ہوتے ہوئے ایک دو حروف کے بدل جانے سے اتفاق یا اشتباہ نہ رہا ہو۔ جیسے احمد بن الحسین اور اُحَیْد بن الحسین اسی طرح جُعفر بن میسرۃ اور حفص بن میسرہ، اسی طرح محمد بن سِنَانْ اور محمد بن سیّار اسی طرح محمد بن حُنین اور محمد بن جبیر اسی طرح مطرف بن واصل اور معرف بن واصل (ب) یا حروف اور ان کی تعداد دونوں کے بدل جانے کی وجہ سے اتفاق یا اشتباہ نہ رہا ہو جیسے عبداللہ بن زید اور عبداللہ بن یزید اسی طرح عبداللہ بن یحیٰی اور عبداللہ بن نجیّ

(۲) رُوات کے نام تو لکھنے اور بولنے میں یکساں ہوں مگر اختلاف یا اشتباہ تقدیم و تاخیر کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو۔ اس کی بھی پھر دو صورتیں ہیں (الف) دونوں ناموں میں ایک ساتھ تقدیم و تاخیر ہو گئی ہو جیسے اسود بن یزید اور یزید بن الاسود (ب) یا ایک نام کے بعض حروف میں دوسرے متشابہ نام کے اعتبار سے تقدیم و تاخیر ہوئی ہو جیسے ایوب بن سَیّار اور ایوب بن یسار۔

خاتمہ

وَمِنَ الْمُهِمِّ: مَعْرِفَةُ طَبَقَاتِ الرُّوَاةِ، وَمَوَالِيْدِهِمْ، وَوَفِيَاتِهِمْ، وَبُلْدَانِهِمْ، وَأَحْوَالِهِمْ، تَعْدِيْلًا وَتَجْرِيْحًا وَجَهَالَةً۔

ترجمہ:- خاتمہ اور اہم امور میں سے ہے رُوات کے طبقات کا، اور اُن کی ولادت و وفات کا اور اُن کے شہروں کا اور اُن کے حالات کا پہچاننا، معتبر اور غیر معتبر ہونے کے اعتبار سے اور مجہول ہونے کے اعتبار سے۔

خاتمہ:- میں اُن امور مہمہ کا تذکرہ ہے جن کا جاننا حدیث شریف کے ایک طالب علم کے لئے

نہایت ضروری ہے۔ فرماتے ہیں کہ رُوات کے متعلق امورِ ذیل کا معلوم کرنا نہایت ضروری اور اہم ہے۔

طبقاتؕ:۔ محدّثین کی اصطلاح میں "طبقہ" کہتے ہیں ایسی جماعت کو جو عمر میں یا اساتذہ سے پڑھنے میں شریک ہو۔

طبقات جاننے کے فوائد:۔ یہ ہیں (۱) تدلیس کا پتہ چل جاتا ہے (۲) عنعنہ سماع پر محمول ہے یا نہیں، اس کا اندازہ ہو جاتا ہے (۳) مشتبہ رُوات میں اختلاط سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

تنبیہ:۔ کبھی ایک ہی راوی کو دو اعتباروں سے دو طبقوں میں شمار کر لیا جاتا ہے مثلاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی ہونے کے اعتبار سے عشرہ مُبَشَّرہ کے طبقہ میں شمار کئے جاتے ہیں اور عمر میں چھوٹے ہونے کی وجہ سے "صغارِ صحابہ" کے طبقہ میں بھی شمار کئے جاتے ہیں۔ اس طرح ہم عمر رُوات کے طبقات بھی عوارض کی وجہ سے مختلف ہو جاتے ہیں۔

بارہ[۱۲] طبقات:۔ صاحبِ نخبہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تقریبُ التہذیب کے شروع میں صحاح ستہ کے رُوات کے بارہ[۱] طبقات متعین کئے ہیں اور یہ حافظ صاحب کی خاص اصطلاح ہے تقریب میں اسی کا حوالہ دیتے ہیں۔ وہ طبقات درج ذیل ہیں۔

لہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی "تقریب" میں ایک خاص اصطلاح ہے، جس سے واقف رہنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ حافظ صاحب جب احوال روات بیان کرتے ہوئے راوی کا سنِ وفات ذکر کرتے ہیں تو سیکڑہ حذف کر دیتے ہیں صرف دہائی اور اکائی ذکر کرتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں شروع کتاب میں ضابطہ یہ بیان کیا ہے کہ طبقہ اولیٰ اور ثانیہ کے تمام روات کی وفات پہلی صدی میں ہوئی ہے اس لئے ان کے سنِ وفات میں کچھ محذوف نہ ہوگا اور طبقہ ثالثہ سے طبقہ ثامنہ تک کے تمام رُوات کی وفات پہلی صدی کے بعد اور دوسری صدی ختم ہونے سے پہلے ہوئی ہے اسلئے ان کے سنہ وفات میں مأۃ (ایک سیکڑہ) محذوف رہے گا اور طبقۂ تاسعہ سے آخر تک کے روات کی وفات تیسری صدی میں ہوئی ہے اس لئے وہاں (مأتین) ہر جگہ محذوف رہے گا مثلاً امام احمد بن حنبل کے حالات میں تقریب میں ہے کہ احمد بن محمد بن حنبل ...... احد الائمۃ، ثقۃ حافظ، وھو رأس الطبقۃ العاشرۃ مات سنۃ احدی واربعین، ولہ سبع وسبعون سنۃ اھ چونکہ امام احمد طبقۂ عاشرہ کے ہیں اسلئے مات سنۃ احدی واربعین کا مطلب ہوگا مات سنۃ احدی واربعین ومأتین یعنی ۲۴۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی ۱۲

طبقۂ اولیٰ:- تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طبقہ

طبقۂ ثانیہ:- کبارِ تابعین کا طبقہ جیسے حضرت سعید بن المسیّب رحمہ اللہ (مُخضرمین[1] اسی طبقہ میں شمار کیے گئے ہیں)

طبقۂ ثالثہ:- تابعین کا درمیانی طبقہ جیسے حضرت حسن بصری اور محمد بن سیرین رحمہما اللہ۔

طبقۂ رابعہ:- تابعین کے طبقۂ وسطیٰ سے ملا ہوا طبقہ، جن کی اکثر روایات کبار تابعین سے ہیں جیسے امام زہری اور قتادہ رحمہما اللہ

طبقۂ خامسہ:- تابعین کا طبقۂ صغریٰ جنھوں نے ایک دو ہی صحابہ کو دیکھا ہے اور بعض کا تو صحابہ سے سماع بھی ثابت نہیں ہے جیسے امام[2] اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام سلیمان الاعمش رحمہ اللہ۔

طبقۂ سادسہ:- طبقۂ خامسہ کا معاصر طبقہ مگر کسی صحابی سے اُن کی ملاقات نہیں[3] ہوئی۔ جیسے ابن جریج رحمہ اللہ۔

طبقۂ سابعہ:- کبار تبع تابعین کا طبقہ جیسے امام مالک، امام ثوری رحمہما اللہ۔

طبقۂ ثامنہ:- تبع تابعین کا درمیانی طبقہ جیسے سفیان بن عیینہ اور اسماعیل بن عُلَیَّہ رحمہما اللہ

طبقۂ تاسعہ:- تبع تابعین کا طبقۂ صغریٰ جیسے یزید بن ہارون، امام شافعی، ابوداؤد طیالسی اور عبدالرزاق صنعانی رحمہم اللہ

طبقۂ عاشرہ:- تبع تابعین سے روایت کرنے والے بعد کے طبقہ کے اکابر، جن کی کسی بھی تابعی سے ملاقات نہیں ہو سکی جیسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ۔

---

[1] مخضرمین وہ حضرات ہیں جنھوں نے اسلام اور جاہلیت کا دونوں زمانہ پایا، لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات وزیارت سے مشرف نہ ہو سکے، خواہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسلمان ہوئے ہوں یا بعد میں مسلمان ہوئے ہوں سب مخضرمین کہلاتے ہیں اور ان کا شمار کبار تابعین میں ہے ۱۲

[2] یہ مثال ہم نے بڑھائی ہے کیونکہ امام اعظم کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور اُس وقت متعدد صحابہ بقید حیات تھے۔ جن سے امام اعظم کی ملاقات بھی ہوئی ہے اور اُن سے روایت بھی کی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو امام اعظم کا دیکھنا نہایت قطعی دلائل سے ثابت ہے اور تقریباً بیس اکابر علماء نے اس کو تسلیم کیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث ص۳۰۳ تحقیق شیخ ابوغدہ حلبی مدظلہٗ)

[3] اس لئے وہ تابعی تو نہیں ہیں مگر کبار تبع تابعین کے طبقہ سے بھی ان کا رُتبہ اونچا ہے۔ اسلئے ان کا الگ طبقہ شمار کیا ہے ۱۲۔

طبقہ حادیہ عشرۃ[۱۱]:- تبع تابعین سے روایت کرنے والا بعد کے طبقہ کا طبقہ وسطیٰ جیسے امام بخاری، امام ذہلی رحمہا اللہ۔

طبقہ ثانیہ عشرۃ[۱۲]:- تبع تابعین سے روایت کرنے والا بعد کے طبقہ کا طبقہ صغریٰ جیسے امام ترمذی وغیرہ۔

رُواۃ کی پیدائش و وفات[۲]:- کی تاریخوں کا جاننا بھی ضروری ہے تاکہ اگر کوئی راوی کسی شیخ سے لقاء کا جھوٹا دعویٰ کرے تو پتہ چل سکے۔

رُواۃ کے شہر اور وطن[۳]:- کا جاننا بھی ضروری ہے، تاکہ جو رُواۃ ہم نام ہیں۔ ان میں نسبت سے فرق کیا جا سکے۔

احوالِ رُواۃ[۴]:- کا جاننا تو سب سے زیادہ ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون راوی عادل ہے اور کون غیر عادل، کون ثقہ ہے اور کون مجروح، کون معروف ہے اور کون مجہول؟ کیونکہ احادیث کے بارے میں ہر فیصلہ رُواۃ کے احوال پر موقوف ہے۔

وَمَرَاتِبُ الْجَرْحِ ؛ وَأَسْوَؤُهَا: الْوَصْفُ بِأَفْعَلَ، كَأَكْذَبِ النَّاسِ، ثُمَّ دَجَّالٌ، او وَضَّاعٌ، او كَذَّابٌ؛ وَأَسْهَلُهَا: "لَيِّنٌ"، اَوْ "سَيِّئُ الْحِفْظِ" اَوْ: "فِيهِ مَقَالٌ"

ترجمہ:- اور (اہم امور میں سے ہے) جرح کے مراتب کا جاننا۔ اور جرح کا بدترین مرتبہ اَفْعَل (اسم تفضیل) کے ساتھ متصف کرنا ہے جیسے اَکْذَبُ النَّاس (سب سے بڑا جھوٹا)، پھر دَجَّال (بڑا مکار) یا وَضَّاع (بہت گھڑنے والا) یا کذّاب (بڑا جھوٹا) ہے اور جرح کا سب سے ہلکا مرتبہ لَیِّنٌ (نرم) یا سَیِّئُ الحفظ (خراب یادداشت والا) یا فِیهِ مَقَالٌ (اس میں کلام) ہے۔

جرح کے مراتب[۵]:- جاننے بھی ضروری ہیں، کیونکہ جرح ہلکی بھاری ہوتی ہے اور اس سے حدیث کے درجات متفاوت ہو جاتے ہیں۔

بدترین جرح:- یہ ہے کہ ماہر فن حدیث کسی راوی کے متعلق اسم تفضیل کا صیغہ اَکْذَبُ النَّاس استعمال کرے۔

متوسط جرح: یہ ہے کہ ماہر فن حدیث کسی راوی کے حق میں دجّال یا وضاع یا کذّاب استعمال کرے۔

معمولی جرح: یہ ہے کہ ماہر فن حدیث کسی راوی کے حق میں کہے کہ فُلانٌ لَیِّنٌ (فلاں نرم ہے یعنی روایت کرنے میں محتاط نہیں ہے) یا یہ کہے کہ: خراب یادداشت کا ہے" یا یہ کہے کہ "اس میں کلام ہے"

> وَمَرَاتِبُ التَّعْدِيْلِ، وَاَرْفَعُهَا: الْوَصْفُ بِأَفْعَلَ، كَأَوْثَقِ النَّاسِ، ثُمَّ مَا تَأَكَّدَ بِصِفَةٍ اوصِفَتَيْنِ، كَثِقَةٌ ثِقَةٌ، او ثِقَةٌ حَافِظٌ، وأَدْنَاهَا: مَا أَشْعَرَ بِالْقُرْبِ مِنْ اَسْهَلِ التَّجْرِيْحِ، كَشَيْخٌ،

تَرجَمہ: اور (اہم امور میں سے ہے) تعدیل کے مراتب کا جاننا۔ اور تعدیل کا بلند ترین مرتبہ (اَفعَل (اسم تفضیل) کے ساتھ متصف کرنا ہے۔ جیسے اَوْثَقُ النّاس (سب سے زیادہ معتبر) پھر وہ مرتبہ ہے جو مؤکد کیا گیا ہو ایک صفت سے یا دو صفتوں سے جیسے ثِقَةٌ ثِقَةٌ یا ثِقَةٌ حَافِظٌ اور تعدیل کا معمولی رُتبہ وہ ہے جو سب سے ہلکی جرح سے نزدیکی کی خبر دے، جیسے شَیْخٌ (بمعنی عَالِمٌ)

تعدیل کے مَراتِب: جاننے بھی ضروری ہیں کیونکہ تعدیل بھی ہلکی بھاری ہوتی ہے۔ اور اس سے بھی حدیث کے درجات متفاوت ہو جاتے ہیں۔

تعدیل کا اعلیٰ مرتبہ: یہ ہے کہ نُقّادِ فن کسی راوی کے حق میں اسم تفصیل کا صیغہ استعمال کریں مثلاً کہیں کہ: "فلانٌ اَوْثَقُ النّاس۔ (فلاں راوی سب سے زیادہ معتبر ہے)

متوسط تعدیل: وہ ہے جو ایک صفت یا دو صفتوں سے مؤکد ہو جیسے فلانٌ ثِقَةٌ ثِقَةٌ یا فلانٌ ثَبْتٌ ثَبْتٌ یا ثِقَةٌ حَافِظٌ۔

معمولی تعدیل: یہ ہے کہ اُس سے راوی کا جرح کے ادنیٰ مرتبہ سے قریب ہونا معلوم ہوتا ہو جیسے فلانٌ شَیْخٌ (فلاں عالم حدیث ہے) یا یُرْوٰی حَدِیْثُہٗ (اس کی حدیثیں روایت کی جاسکتی ہیں) یا یُعْتَبَرُ بِہٖ (اسکی حدیث متابعت و شواہد کے طور پر لائی جاسکتی ہے)

جرح وتعدیل کے بارہ۱۲ مراتب

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب کے شروع میں جرح وتعدیل کو ملا کر بارہ۱۲ مراتب بیان کئے ہیں۔ یہ اگرچہ حافظ صاحب کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں جو انھوں نے تقریب میں استعمال کی ہیں مگر اب عام طور پر یہی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔ اس لئے ان کا جاننا بھی ضروری ہے۔

مرتبۂ اُولیٰ:- صحابی ہونا (یہ توثیق کا سب سے اعلیٰ رتبہ ہے۔ تمام صحابہ کرام بلاشبہ عادل ہیں)

مرتبۂ ثانیہ۲:- یہ وہ رُوات ہیں جن کی تعدیل ائمۂ جرح وتعدیل نے تاکید کے ساتھ کی ہے۔ خواہ صیغۂ اسم تفضیل استعمال کیا ہو۔ جیسے اوثق الناس یا کسی صفت مادحہ کو لفظاً مکرر استعمال کیا ہو جیسے ثقہ ثقہ یا معنیً مکرر استعمال کیا ہو جیسے ثقہ حافظ۔

مرتبۂ ثالثہ۳:- یہ وہ رُوات ہیں جن کی تعدیل ائمہ نے ایک صفت مادحہ کی ہے۔ جیسے ثقۃٌ یا مُتقنٌ (احادیث کو مضبوط کرنے والا) یا ثَبْتٌ (مضبوط) یا عَدْلٌ (معتبر)

مرتبۂ رابعہ۴:- یہ وہ رُوات ہیں جو مرتبۂ ثالثہ سے کچھ کم رتبہ ہیں اُن کے لئے حافظ صاحب نے تقریب میں صَدُوق یا لَا بَأْسَ بِہٖ یا لیس بہ بَأْسٌ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

مرتبۂ خامسہ۵:- یہ وہ رُوات ہیں جو مرتبۂ رابعہ سے کچھ کم رتبہ ہیں۔ اُن کے لئے صَدُوقٌ سَیِّئُ الحفظ یا صَدُوقٌ یَہِمُ یا صَدُوقٌ لہٗ اَوْہَامٌ یا صَدُوقٌ یُخْطِئُ یا صَدُوقٌ تَغَیَّرَ بِاَخَرَۃٍ (یا بآخِرِہٖ) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ نیز وہ تمام رُوات بھی اسی رُتبہ میں ہیں جن پر کسی بھی بدعقیدگی کا اتہام ہے مثلاً شیعہ ہونا، قدری ہونا، ناصبی ہونا، مرجیٔ ہونا یا جہمی وغیرہ ہونا۔

مرتبۂ سادسہ۶:- یہ وہ رُوات ہیں جن سے بہت ہی کم احادیث مروی ہیں اور ان کے بارے میں کوئی ایسی جرح ثابت نہیں جس کی وجہ سے اُن کی حدیث کو متروک قرار دیا جائے۔ ان کے لئے اگر کوئی متابع ہے تو "مقبول" ورنہ لَیِّنُ الحدیث

کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

مرتبہ سابعہ:- میں وہ رُوات ہیں جن سے روایت کرنے والے تو ایک سے زائد تلامذہ ہیں مگر کسی امام نے اُن کی توثیق نہیں کی ان کے لئے مستورؔ یا مجہول الحال کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

مرتبہ ثامنہ:- میں وہ رُوات ہیں جن کی قابل اعتبار توثیق نہیں کی گئی البتہ تضعیف کی گئی ہے اگرچہ وہ تضعیف مبہم ہو ان کے لئے "ضعیف" استعمال کیا ہے

مرتبہ تاسعہ:- میں وہ رُوات ہیں جن سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی شاگرد ہے اور کسی امام نے اس کی توثیق نہیں کی۔ ان کے لئے "مجہول" استعمال کیا ہے۔

مرتبہ عاشرہ:- میں وہ رُوات ہیں۔ جن کی کسی نے بھی توثیق نہیں کی اور اُن کی نہایت سخت تضعیف کی گئی ہے۔ اُن کے لئے "متروک" یا "متروک الحدیث" یا "واہی الحدیث" یا "ساقط" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

مرتبہ حادیہ عشرہ:- میں وہ رُوات ہیں جو کذب کے ساتھ متہم کئے گئے ہیں بایں وجہ کہ اُن کی روایت شریعت کے قواعد معلومہ کے خلاف ہے یا لوگوں کے ساتھ بات چیت میں اُن کا جھوٹ ثابت ہو چکا ہے۔

مرتبہ ثانیہ عشرہ:- میں وہ رواۃ ہیں جن کے متعلق کذب اور وضع کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

وَتُقْبَلُ التَّزْكِيَةُ مِنْ عَارِفٍ بِأَسْبَابِهَا، وَلَوْ مِنْ وَاحِدٍ، عَلَى الْأَصَحِّ

ترجمہ اور قبول کی جاتی ہے تعدیل (ستائش) اسباب تعدیل جاننے والے کی طرف سے، اگرچہ تعدیل ایک شخص نے کی ہو، صحیح ترین قول میں۔

دو ضروری مسئلے:- سلسلۂ کلام توڑ کر دو ضروری مسئلے بیان کئے جاتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ تعدیل کس کی معتبر ہے؟ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جرح مقدم ہے یا تعدیل؟

تعدیل معتبر:- اس شخص کی تعدیل معتبر قرار دی جاتی ہے جو جرح و تعدیل کے اسباب سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہے اور اصح مذہب یہ ہے کہ صرف ایک ماہر فن کی تعدیل بھی معتبر ہے۔ کچھ حضرات نے عددِ شہادت شرط کیا ہے یعنی کم از کم دو ماہروں کی تعدیل ہو تب معتبر مانتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

> وَالجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيْلِ إِنْ صَدَرَ مِنْ عَارِفٍ بِأَسْبَابِهِ، فَانْ خَلاَ عَنْ تَعْدِيْلٍ قُبِلَ مُجْمَلاً عَلَى الْمُخْتَارِ۔

ترجمہ:- اور جرح مقدم ہے تعدیل پر، اگر صادر ہوئی ہو وہ اسباب جرح کے ماہر کی طرف سے؛ پھر اگر وہ مجروح راوی خالی ہو تعدیل سے تو مجمل جرح بھی قبول کی جائیگی۔ یہی پسندیدہ مذہب ہے۔

جرح مُبَیَّن تعدیل سے مُقدّم ہے:- جب کسی راوی میں کوئی جرح پائی جائے اور کسی نے اس کی تعدیل بھی کی ہو تو جرح مقدم ہوگی تعدیل پر، بشرطیکہ وہ جرح مُبَیَّن (مدلّل و مُوَجَّہ) ہو، مجمل اور مبہم نہ ہو۔ اور اسبابِ جرح جاننے والے کی طرف سے صادر ہوئی ہو۔

جرح غیر مبین کب معتبر ہے؟ اگر مجروح راوی کی کسی نے تعدیل نہ کی ہو تو مذہب مختار یہ ہے کہ جرح غیر مُبَیَّن بھی معتبر ہوگی (بعض حضرات جرح غیر مبیّن قبول کرنے میں توقف کرتے ہیں)۔

> **فَصْلٌ:** وَمَعْرِفَةُ كُنَى الْمُسَمَّيْنَ، وَأَسْمَاءِ الْمُكَنَّيْنَ، وَمَنِ اسْمُهُ كُنْيَتُهُ، وَمَنِ اخْتُلِفَ فِي كُنْيَتِهِ، وَمَنْ كَثُرَتْ كُنَاهُ، اَوْ نُعُوْتُهُ؛ وَمَنْ وَافَقَتْ كُنْيَتُهُ، اسْمَ أَبِيْهِ؛ اَوْ بِالْعَكْسِ؛ اَوْ كُنْيَتُهُ كُنْيَةَ زَوْجَتِهِ؛ اَوْ وَافَقَ اسْمُ شَيْخِهِ اسْمَ أَبِيْهِ وَمَنْ نُسِبَ إِلَى غَيْرِ أَبِيْهِ؛ اَوْ اِلَى غَيْرِ مَا يَسْبِقُ اِلَى الْفَهْمِ؛ وَمَنِ اتَّفَقَ اسْمُهُ وَاسْمُ أَبِيْهِ وَجَدِّهِ؛ اَوْ وَاسْمُ شَيْخِهِ وَشَيْخِ شَيْخِهِ، وَمَنِ اتَّفَقَ اسْمُ شَيْخِهِ

وَالرَّاوِي عَنْهُ.

ترجمہ:۔ فصل: اور (اہم امور میں سے ہے) نام والوں کی کنیت کا پہچاننا، اور کنیت والوں کے ناموں کا، اور جن کا نام ہی ان کی کنیت ہے، اور جن کی کنیت میں اختلاف کیا گیا ہے، اور جن کی متعدد کنیتیں ہیں، یا متعدد صفات ہیں۔ اور جس کی کنیت اس کے والد کے نام کے موافق ہے، یا اس کا برعکس ہے، یا اس کی کنیت اس کی بیوی کی کنیت کے موافق ہے، یا اس کے استاذ کا نام اس کے والد کے نام کے موافق ہے۔ اور جو غیر والد کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، یا غیر متبادر الی الفہم چیز کی طرف منسوب کئے گئے ہیں اور جن کا نام ان کے والد کے نام کے ساتھ اور ان کے دادا کے نام کے ساتھ موافق ہے، یا اُن کے شیخ اور شیخ الشیخ کے نام کے ساتھ موافق ہے، یا جس کے استاذ کا نام اس سے روایت کرنے والے شاگرد کے نام کے ساتھ موافق ہے (ان سب رُوات کو پہچاننا اہم امور میں سے ہے۔)

فصل:۔ یہ خاتمہ کی فصل ہے۔ مصنف رحمہ اللہ نے چھ امورِ مہمہ کا تذکرہ کرنے کے بعد دو ضروری مسئلے بیان کئے تھے۔ اب اُن سے فصل کر کے مطلبِ سابق (امورِ مہمہ) کی طرف لوٹتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کے طالب علم کے لئے امورِ ذیل کا جاننا بھی بہت ضروری ہے۔

نام والوں کی کنیتیں:۔ سند میں عام طور پر جن رُوات کے نام ذکر کئے جاتے ہیں، اگر ان کی کنیتیں بھی ہوں تو اُن کا جاننا بھی ضروری ہے کیونکہ احتمال ہے کہ کسی سند میں اُن کا تذکرہ کنیت سے آجائے۔ اب اگر طالب علم کنیت نہیں جانتا ہوگا تو دھوکہ کھا جائے گا اور اس راوی کو دوسرا راوی سمجھ لے گا مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک کنیت ابو عبدالرحمٰن بھی ہے۔ روایات میں اس کنیت سے بھی آپ کا تذکرہ آتا ہے۔

کنیت والوں کے نام:۔ سند میں عام طور پر جن رُوات کی کنیتیں ذکر کی جاتی ہیں، اُن کے ناموں کا جاننا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ بعض مرتبہ وہ نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ مثلاً مشہور تابعی حضرت ابن شہاب زُہری رحمہ اللہ کا نام محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری ہے اور سندوں میں کسی کسی جگہ آپ کا نام سے بھی

تذکرہ آجاتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عبداللہ بن عثمان ہے اور آپ کے والد کی کنیت ابو قحافہ ہے۔

۹ **نام ہی کنیت:**۔ جن رُواۃ کے نام ہی کنیت ہیں ان کو جاننا بھی ضروری ہے۔ ایسے رُواۃ بہت کم ہیں۔ مثلاً ابو بلال اشعری (شریک کے شاگرد) اور ابو حصین (ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کے شاگرد)

۱۰ **کُنیتوں میں اختلاف:**۔ جن رُواۃ کی کُنیتوں میں اختلاف ہے ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کی کنیت بعض حضرات ابو زید بیان کرتے ہیں اور بعض ابو محمد اور بعض ابو خارجہ۔

۱۱ **متعدد کُنیتیں:**۔ جن رواۃ کی متعدد کنیتیں ہیں ان کو جاننا بھی ضروری ہے تاکہ کسی جگہ کنیت بدل جائے تو دھوکہ نہ ہو متعدد کنیت والے رُواۃ بہت ہیں مثلاً ابن جُرَیج (عبدالملک بن عبدالعزیز بن جُرَیج) کی دو کنیتیں ابوالولید اور ابو خالد ہیں۔

۱۲ **متعدد صفات:**۔ جن رُواۃ کے القاب وصفات متعدد ہیں ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دو لقب صدّیق اور عتیق ہیں۔

۱۳ **کُنیت اور والد کے نام میں توافق:**۔ جن رُواۃ کی کُنیتیں اور ولدیت ایک ہوتی ہے ان کا جاننا بھی ضروری ہے مثلاً حضرت ابو اسحٰق ابراہیم بن اسحٰق طالقانی اور ابو العَنبَس حجر بن العنبس

۱۴ **راوی کے نام اور والد کی کُنیت میں توافق:**۔ جن رواۃ کے نام اور اُن کے والد کی کنیت ایک ہوتی ہے ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً حضرت اسحٰق بن ابی اسحٰق عمرو بن عبداللہ السَّبیعی

۱۵ **میاں بیوی کی کُنیتوں میں توافق:**۔ جن رُواۃ کی کنیت اور ان کی بیوی کی کنیت ایک ہو ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ امّ ایوب انصاریہ رضی اللہ عنہا۔

۱۶ **استاذ اور والد کے نام میں توافق:**۔ بعض راویوں کے والد کا نام اور ان کے استاذ کا نام ایک ہوتا ہے، ان کو جاننا بھی

ضروری ہے تاکہ استاذ کو والد نہ سمجھ بیٹھے اور یہ دھوکہ نہ ہو جائے کہ راوی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے مثلاً رَبِیعُ بن اَنَسٍ عن اَنَسٍ میں مروی عنہ (استاذ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۷ غیر باپ کی طرف نسبت: بعض راویوں کی نسبت کسی وجہ سے غیر باپ کی طرف ہو جاتی ہے۔ ان کو جاننا بھی ضروری ہے تاکہ اگر کسی سند میں باپ کی طرف نسبت آجائے تو دھوکہ نہ ہو مثلاً حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عمرو ہے اور اسود زہری کی طرف نسبت اس لئے مشہور ہو گئی تھی کہ اُس نے اُن کو بیٹا بنالیا تھا۔

۱۸ غیر متبادر نسبت: بعض راویوں کی نسبت سے جو مفہوم متبادر ہوتا ہے وہ مراد نہیں ہوتا، بلکہ غیر متبادر مفہوم مراد ہوتا ہے ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً خالدِ حَذَّاء رحمہ اللہ موچی نہیں تھے اِن کو حَذَّاء اس لئے کہا جاتا تھا کہ وہ ایک موچی کے پاس بیٹھتے تھے اسی طرح سلیمان تیمی قبیلۂ بنو تیم کے فرد نہیں تھے اس قبیلہ میں بود و باش کی وجہ سے اُن کو تیمی کہا جاتا تھا۔

۱۹ تین پشتوں تک ایک ہی نام: بعض رُوات کے کئی پشتوں تک ایک ہی نام ہوتے ہیں ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً امام غزالی رح کا نام ہے محمد بن محمد بن محمد الغزالی یا مثلاً ابن ماجہ میں ایک راوی ہیں جن کا نام ہے حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب (تذکرۃ الحفاظ میں ایک جگہ ہے کہ ایسی مثال موجود ہے کہ چودہ ۱۴ پشتوں تک ایک ہی نام "محمد" چلتا رہا)

۲۰ راوی، استاذ اور استاذ الاستاذ کے ناموں میں توافق: ہو تو ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً عمران (القصیر) عن عمران (ابی رجاء العطاردی) عن عمران (بن حُصین رضی اللہ عنہ) یا مثلاً سلیمان (الطبرانی) عن سلیمان (الواسطی) عن سلیمان (الدمشقی المعروف بابن بنت شرحبیل)

۲۱ کسی راوی کے استاذ اور شاگرد کے ناموں میں توافق: ہو تو ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً مسلم (صاحبُ الصحیح) عن البُخاری عن مسلم (بن ابراهیم الفَرَادِیسِی) یا مثلاً

هشام (الدستوائی) عن یحیی بن ابی کثیر عن ہشام (بن عروۃ)

وَمَعْرِفَةُ الأَسْمَاءِ الْمُجَرَّدَةِ، وَالْمُفْرَدَةِ، وَالْكُنَى، وَالأَلْقَابِ، وَالأَنْسَابِ؛ وَتَقَعُ إِلَى الْقَبَائِلِ، وَإِلَى الأَوْطَانِ، بِلَادًا، أَوْ ضِيَاعًا، أَوْ سِكَكًا، أَوْ مُجَاوَرَةً وَإِلَى الصَّنَائِعِ، وَالْحِرَفِ؛ وَيَقَعُ فِيهَا الإِتِّفَاقُ وَالإِشْتِبَاهُ، كَالأَسْمَاءِ، وَقَدْ تَقَعُ أَلْقَابًا، وَمَعْرِفَةُ أَسْبَابِ ذَالِكَ

ترجمہ اور (اہم امور میں سے ہے) اسمائے مجردہ[22] اور اسمائے مفردہ[23]، اور کنی (مجردہ ومفردہ)[24] اور القاب[25] وانساب کا پہچاننا ـــــ اور نسبتیں (کبھی) ہوتی ہیں قبیلوں کی طرف اور (کبھی) وطن کی طرف، خواہ وہ (وطن) شہر ہو یا جائداد ہو یا کوچہ ہو یا پڑوس ہو۔ اور (کبھی نسبتیں) کاریگری کی طرف اور پیشوں کی طرف ہوتی ہیں اور ان نسبتوں میں ناموں کی طرح اتفاق اور اشتباہ بھی ہوتا ہے ـــــ اور کبھی نسبتیں لقب بن جاتی ہیں اور ان[26] کے اسباب کو پہچاننا (بھی امور مہمہ میں سے ہے)۔

---

[22] **اسمائے مجردہ:** بعض راویوں کے صرف نام ہی ہوتے ہیں۔ کنیت اور لقب کچھ نہیں ہوتا، اُن کو جاننا بھی ضروری ہے۔

[23] **اسمائے مفردہ:** بعض رُوات اپنے ناموں میں تنہا ہوتے ہیں، اُن کا ہم نام کوئی نہیں ہوتا۔ اُن کو جاننا بھی ضروری ہے جیسے سَنْدَرُ (بروزن جَعْفَرُ) مولی زنباع رضی اللہ عنہ

[24] **کنیت مجردہ ومفردہ:** بعض راویوں کی صرف کنیت ہوتی ہے، نام اور لقب کچھ نہیں ہوتا اور بعض راویوں کی کنیت ایسی ہوتی ہے کہ دوسرے کسی کی وہ کنیت نہیں ہوتی۔

[25] **القاب:** رُوات کے القاب کا پہچاننا بھی ضروری ہے۔ لقب کبھی کوئی نام ہوتا ہے۔ جیسے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ اور کبھی لقب کنیت ہوتی ہے جیسے ابوتراب (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا لقب ہے) اور کبھی کوئی عیب لقب بن جاتا ہے جیسے سلیمان

اُعَمَش (چُندھا) عبدالرحمٰن بن ہُرمُز الاعرج (لنگڑا) مُسلم بن عمران البَطِین (پیٹو) اور کبھی پیشہ لقب بن جاتا ہے جیسے بَزّاز (پارچہ فروش) عَطّار (دوافروش) بَزّار (بیج اور مسالہ فروش)

اَنسَاب[۲۶]:- رُوات کی نسبتوں کا پہچاننا بھی ضروری ہے۔ نسبت کبھی قبیلہ کی طرف ہوتی ہے جیسے ابوہریرۃ دَوْسِیُّ رضی اللہ عنہ (قبیلۂ دوس کی طرف نسبت ہے) اور متقدمین کی زیادہ تر نسبتیں قبائل ہی کی طرف ہوتی تھیں اور نسبت کبھی وطن کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمہ اللہ (دہلی کی طرف نسبت ہے) اور متأخرین کی زیادہ تر نسبتیں وطن ہی کی طرف ہوتی ہیں۔ پھر وطن عام ہے خواہ کوئی شہر ہو یا کوئی جائداد (مزرَعَہ) ہو، یا کسی شہر کا کوئی کوچہ ہو یا صرف پڑوس کی وجہ سے نسبت ہو اور کبھی نسبت پیشہ اور کاریگری کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے خَیّاط (درزی)

تَنبِیہ[۱]:- جس طرح ناموں میں اتفاق اور اشتباہ ہوتا ہے اسی طرح نسبتوں میں بھی اتفاق اور اشتباہ ہوتا ہے شلاً حَنَفِیُّ مُتبعِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بھی کہتے ہیں اور عرب کے قبیلہ بنو حنیفہ کے افراد کو بھی کہتے ہیں۔ دونوں لکھنے میں اور بولنے میں یکساں ہیں اسلئے نسبت میں اشتباہ ہے۔

تَنبِیہ[۲]:- نسبت کبھی لقب بھی بن جاتی ہے جیسے خالد بن مُخلَد کوفی رحمہ اللہ کا لقب ہے قَطوانی

اَلقَاب و اَنسَاب کے اَسبَاب[۲۷]:- کا جاننا بھی اُس وقت ضروری ہوجاتا ہے جب اُن کی حقیقت ظاہر کے خلاف ہو۔ مثلاً حضرت ابومسعود عُقبَۃ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو بَدرِیُّ اس لئے نہیں کہا جاتا کہ وہ جنگ بدر میں شریک تھے بلکہ ان کو بدری اس لئے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مقام بدر میں قیام اختیار فرمالیا تھا۔ یا مثلاً معاویہ بن عبدالکریم کو ضَالّ (گمراہ) اس لئے کہا جاتا ہے کہ مکہ شریف جاتے ہوئے راستہ میں گُم ہوگئے تھے یا مثلاً امام اسحٰق بن ابراہیم کے والد کو رَاہُوْیہ (راستہ والا) اس لئے کہا جاتا تھا کہ ان کی پیدائش اس وقت ہوئی تھی جب ان کی والدہ حج کے لئے مکہ مکرمہ جارہی تھیں۔

وَمَعْرِفَةُ الْمَوَالِيْ مِنْ أَعْلٰى، وَمِنْ أَسْفَلَ، بِالرِّقِّ، أَوْ بِالْحَلْفِ، وَمَعْرِفَةُ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ، وَمَعْرِفَةُ أَدَبِ الشَّيْخِ وَالطَّالِبِ، وَسِنِّ التَّحَمُّلِ وَالْأَدَاءِ، وَكِتَابَةِ الْحَدِيْثِ، وَعَرْضِهٖ، وَسَمَاعِهٖ، وَإِسْمَاعِهٖ، وَالرِّحْلَةِ فِيْهِ،

ترجمہ:- اور (امور مہمہ میں سے ہے) موالی[28] کا پہچاننا (کہ وہ) اوپر سے ہے (یعنی آزاد کرنے والا ہے) یا نیچے سے ہے (یعنی آزاد شدہ ہے) غلامی کی وجہ سے ہے یا معاہدہ کی وجہ سے ــــــ اور بھائی[29] بہن رواۃ کا پہچاننا، اور استاذ[30] شاگرد کے آداب کا جاننا، اور پڑھنے[31] پڑھانے کی عمر کا معلوم کرنا، اور حدیث[32] شریف کے لکھنے کا طریقہ اور اس کے مقابلہ کرنے کا طریقہ جاننا اور اس کے سننے سنانے کا طریقہ اور اس کے لئے سفر کرنے کا طریقہ جاننا (بھی امور مہمہ میں سے ہے)

موالی[28]:- مولیٰ کی جمع ہے۔ مولیٰ کئی معنیٰ میں مشترک لفظ ہے مثلاً مولیٰ اعلیٰ (آزاد کنندہ)، مولیٰ اسفل (آزاد کردہ) مولیٰ بالحلف (جس سے باہمی نصرت وغیرہ کا قسم کھا کر معاہدہ کیا گیا ہو)، مولیٰ بالاسلام (جس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہو) وغیرہ اس لئے رواۃ کے بارے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ کون کس طرح کا مولیٰ ہے مثلاً حضرت آبی اللحم غفاری مولیٰ عمیر رضی اللہ عنہما میں مولیٰ بمعنیٰ آزاد کنندہ ہے اور نافع مولیٰ ابن عمرؓ میں مولیٰ بمعنیٰ آزاد کردہ ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ جعفی ہیں ولاء اسلام کو بھی جاننا نہایت ضروری ہے تاکہ دو مشتبہ ناموں کا فرق

بھائی بہن رواۃ[29]:- معلوم ہو سکے اور دیگر امور پر بھی روشنی پڑے مثلاً عبید اللہ بن عمر عمری اور عبد اللہ بن عمر عمری بھائی ہیں، بڑے عبید اللہ ہیں اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔ اور چھوٹے عبد اللہ ہیں اور ان میں کلام کیا گیا ہے۔

محدث کے آداب[30]:- کا جاننا بھی ضروری ہے تاکہ جسے حدیث شریف کے پڑھانے کا موقع ملا ہے وہ خود بھی برکات سے متمتع ہو اور دوسروں کو بھی فیض پہنچائے (۱) علم حدیث چونکہ دینی علم، نور الٰہی اور میراثِ نبوت ہے اس لئے

اس علم کے وارثین پر اس کا احترام سب سے زیادہ ضروری ہے (۲) محدث کے لئے سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنا ضروری ہے (۳) محدث کو چاہیئے کہ صحیح احادیث بیان کرے اور منکر روایات بیان کرنے سے احتراز کرے (۴) نیت خالص رکھے (۵) طلبہ کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرے (۶) حدیث شریف پڑھاتے وقت کسی سے بات چیت نہ کرے (۷) اور تواضع کو لازم پکڑے (۸) اور شکر خداوندی بجالائے کہ اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت ارشادات کے پڑھانے کی توفیق ملی ہے (۹) اوامر شرع کی تعمیل اور منہیات سے پرہیز کرنے کی انتہائی کوشش کرے خصوصاً فرائض کا بہت زیادہ اہتمام کرے اور اُن کو کما حقہ ادا کرے (۱۰) اور حرص و طمع حسد کینہ، بغض و عداوت اور ریاء و سمعہ کو بالکلیہ ترک کر دے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى (آمین)

۳۰ طالب حدیث کے آداب! کا جاننا بھی نہایت ضروری ہے تاکہ جسے حدیث شریف کے پڑھنے کا موقعہ ملا ہے وہ اُس بابرکت علم کے ثمرات سے محروم نہ رہے، کیونکہ بے ادب محروم گشت از فضل رب!

(۱) طالب حدیث کو چاہیئے کہ نیت خالص کرے اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے حدیث شریف پڑھے، کوئی دنیوی غرض پیش نظر نہ رکھے (۲) اپنے شیخ کی بلحاظ عالم دین ہونے کے انتہائی عزت و احترام کرے اور تعلّی کے وہم سے بھی بچے (۳) اور استاذ سے استفادہ کرنے میں بالکل شرم نہ کرے (۴) فرائض، واجبات اور سنن کا التزام رکھے (۵) اور گناہوں سے پرہیز کرنے میں انتہائی کوشش کرے۔

(۶) غیبت، مذاق اور ساتھیوں کو ستانے سے احتراز کرے (۷) کتاب اور درسگاہ کا پورا پورا احترام کرے (۸) اور کوشش کرے کہ سبق میں شروع سے آخر تک حاضر رہے تاکہ استاذ کی کوئی بات سننے سے رہ نہ جائے (۹) اور استاذ کی بات بغور سنے اور سمجھنے کی پوری پوری کوشش کرے اور ہو سکے تو لکھ بھی لے تاکہ وقت ضرورت کام آئے۔

(۱۰) اور ہمیشہ شکر الٰہی بجالائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت ارشادات کے پڑھنے کی اس کو توفیق عطا فرمائی۔

۳۱ حدیث شریف پڑھنے پڑھانے کی عمر: کوئی متعین نہیں ہے، جب بھی شعور اور صلاحیت پیدا ہو پڑھ پڑھا سکتا ہے۔

دیگر ضروری امور: یہ ہیں (۱) حدیث شریف کے لکھنے کا طریقہ معلوم ہونا چاہیے۔ (۲) پھر لکھے ہوئے کا مقابلہ کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہونا چاہیے۔ (یہ دونوں باتیں اُس وقت ضروری تھیں جب حدیث شریف کی کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں) (۳) نیز طالب علم اور محدث حدیث شریف کے سننے سنانے میں کامل توجہ اور دھیان سے کام لیں، کسی دوسری بات کی طرف ان کا دھیان نہ جانا چاہئے (۴) اور طالب علم کو چاہئے کہ اوّل اپنے وطن سے قریب محدث سے احادیث سنے پھر اس کے بعد دوسری جگہ حدیث شریف سننے کے لئے جائے (یہ ادب اُس وقت تھا جب مدارسِ اسلامیہ کا باقاعدہ نظام نہیں تھا)

وَتَصْنِيفِهِ عَلَى الْمَسَانِيدِ اَوِ الْاَبْوَابِ، اَوِ الْعِلَلِ، اَوِ الْاَطْرَافِ؛

ترجمہ: اور (امورِ مہمہ میں سے ہے) حدیث شریف کی تصنیف کا طریقہ جاننا، مسانید پر یا ابواب پر، یا عِلَل پر، یا اطراف پر۔

تصنیف کا طریقہ:- احادیث شریفہ کی تصنیف کا طریقہ بھی جاننا ضروری ہے۔ احادیث کئی طرح سے مرتب کی جاتی ہیں اور ہر ایک قسم کا ایک خاص اصطلاحی نام ہے۔ حدیث کے طالب علم کو مراجعتِ کتبِ حدیث کے لئے ان اقسام کا جاننا بھی ضروری ہے

جَوَامع:- جامع کی جمع ہے جامع اس کتابِ حدیث کو کہتے ہیں جس میں آٹھ مضامین کی حدیثیں جمع کی گئی ہوں۔ ان آٹھ مضامین کو ایک شعر میں جمع کیا گیا ہے ؎

سِیَر، آداب و تفسیر و عقائد　　فِتَن، اَشراط و احکام و مناقب

نوٹ:- صحاحِ ستہ میں سے بخاری شریف اور ترمذی شریف بالاتفاق جامع ہیں۔ اور مسلم شریف کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ اس میں تفسیر کا حصہ بہت کم ہے باقی کتابیں جامع نہیں ہیں بلکہ سُنَن ہیں۔

سُنَن:- وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث کو ابوابِ فقہیہ کی ترتیب سے جمع کیا جاتا ہے ان کتابوں کا خاص مقصد مستدلاتِ فقہاء جمع کرنا ہے جیسے سُنَن ترمذی، سُنَن ابوداؤد، سُنَن نسائی، سُنَن ابن ماجہ، سُنَن دارمی، سُنَن دارقطنی وغیرہ۔

۳- **مَسَانِید:-** مُسْنَدْ کی جمع ہے مُسْنَدْ وہ کتاب ہے جس میں احادیث شریفہ کو صحابۂ کرام کے ناموں کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہو یعنی ایک صحابی کی تمام مرویات ایک جگہ ذکر کردی گئی ہوں، خواہ وہ کسی باب سے متعلق ہوں پھر دوسرے صحابی کی پھر تیسرے صحابی وھلم جرًا جیسے مُسْنَدِ امام احمد بن حنبل اور مسند حمیدی وغیرہ۔

۴- **مَعَاجِم:** معجم کی جمع ہے۔ معجم اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی محدث نے اپنے شیوخ اور اساتذہ کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں یعنی ایک شیخ کی جملہ مرویات بیان کرکے دوسرے شیخ کی مرویات بیان کی ہوں پھر تیسرے کی وھلم جرًا جیسے امام طبرانی کے معاجم ثلاثہ: کبیر، اوسط اور صغیر۔

۵- **مستدرک:-** اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری کتاب حدیث کی ایسی چھٹی ہوئی حدیثوں کو جمع کیا گیا ہو جو مذکورہ کتاب کی شرائط کے مطابق ہوں جیسے حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ کی "مستدرک علی الصحیحین"

۶- **مُستخرَج:** اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی ایسی سند سے روایت کیا گیا ہو جسمیں مصنف کا واسطہ نہ آتا ہو جیسے اسماعیلی کا مستخرج بخاری شریف پر اور ابو عوانہ کا مستخرج صحیح مسلم شریف پر۔

۷- **اَجزاء:-** جزء کی جمع ہے، جزء اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی جزوی مسئلہ سے متعلق تمام روایات یکجا کردی گئی ہوں جیسے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتابیں "جزء القراءة" اور "جزء رفع الیدین"

۸- **افراد و غرائب:-** اُن کتب حدیث کو کہا جاتا ہے جن میں کسی ایک محدث کے تفردات کو جمع کیا گیا ہو جیسے دارقطنی رحمہ اللہ کی کتاب الافراد اور غرائب امام مالک۔

۹- **تجرید:-** اُن کتب حدیث کو کہا جاتا ہے جن میں کسی کتاب حدیث سے سَنَدْ اور مکررات کو حذف کرکے صرف صحابی کا نام لے کر حدیثوں کو بیان کیا گیا ہو جیسے زبیدی رحمہ اللہ کی "تجرید بخاری" اور قرطبی کی "تجرید مسلم"

۱۰- **تخریج:-** وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتاب کی بے حوالہ حدیثوں کی سند اور حوالہ درج کیا گیا ہو جیسے ہدایہ کی تخریج امام زیلعی کی مشہور کتاب "نصب الرایہ" اور حافظ ابن حجر کی "الدرایہ" اور "التلخیص الحبیر"

کُتُبِ جمع ۱۱:- وہ ہیں جن میں ایک سے زائد کتب حدیث کی روایتوں کو بحذف سند و تکرار جمع کیا گیا ہو جیسے حمیدی کی الجمع بین الصحیحین اور ابن الاثیر جزری کی جامع الاصول (جسمیں صحاح ستہ کی احادیث کو جمع کیا گیا ہے)

اطراف ۱۲:- وہ کتب حدیث ہیں جن میں احادیث کے صرف اوّل حصّہ کو ذکر کر کے اس کی تمام سندوں کو جمع کیا گیا ہو یا کتابوں کی تقیید کے ساتھ اسانید جمع کی گئی ہوں جیسے امام مزی رحمہ اللہ کی "تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف"

فہارس ۱۳:- وہ کتب حدیث ہیں جن میں کسی ایک یا زائد کتابوں کی احادیث کی فہرست جمع کر دی گئی ہو تاکہ حدیث کا نکالنا آسان ہو جائے جیسے فہارس البخاری، مفتاح کنوز السنۃ اور المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی۔

اربعین ۱۴:- چہل حدیث وہ کتاب ہے جس میں کم و بیش چالیس حدیثیں کسی ایک موضوع سے متعلق یا مختلف ابواب سے متعلق جمع کی گئی ہوں جیسے امام نووی رحمہ اللہ کی الاربعین (اربعینات بہت لکھی گئی ہیں)

موضوعات ۱۵:- وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث موضوعہ (گھڑی ہوئی حدیثوں) کو جمع کیا گیا ہے جیسے ملا علی قاری رحمہ اللہ کی الموضوعات الکبریٰ اور المصنوع فی الاحادیث الموضوع (موضوعات صغریٰ)

کُتُب احادیث مشہورہ ۱۶:- وہ ہیں جن میں ان احادیث کی تحقیق کی جاتی ہے جو عام طور سے مشہور اور زبان زد ہوتی ہیں مگر، اُن کی سند کا علم عام طور پر نہیں ہوتا جیسے سخاوی رحمہ اللہ کی "المقاصد الحسنہ فی الاحادیث المشتہرہ علی الالسنۃ"۔

غریب الحدیث ۱۷:- وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث شریفہ کے کلمات کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ بیان کئے جاتے ہیں جیسے ابن الاثیر جزری رحمہ اللہ کی نہایہ فی غریب الحدیث اور زمخشری رحمہ اللہ کی الفائق اور شیخ محمد بن طاہر پٹنی رحمہ اللہ کی مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل والآثار

عِلَل ۱۸:- وہ کتب حدیث ہیں جن میں ایسی احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن کی سند پر کلام ہوتا ہے جیسے امام ترمذی کی کتاب العلل الکبیر اور کتاب العلل الصغیر اور ابن ابی حاتم رازی کی کتاب العِلل۔

۱۹ کتبُ الاذکار:- وہ ہیں جن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دُعائیں جمع کی جاتی ہیں جیسے امام نووی کی کتابُ الاذکار اور ابن الجزری رحمہ کی اَلحِصنُ الحَصِینُ من کلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۰ زوائد:- وہ کتابیں ہیں جن میں کسی کتاب کی صرف وہ احادیث جمع کردی جاتی ہیں جو کسی دوسری کتاب سے زائد ہیں جیسے علامہ نورالدین ہیثمی کی مَجمَعُ الزَّوَائِدِ وَمَنبَعُ الفوائد (اس میں مسند احمد، مسند بزّار، مسند ابی یعلیٰ اور معاجم ثلاثہ طبرانی کی ان زائد احادیث کو یکجا کردیا گیا ہے جو صحاح ستہ میں نہیں ہیں) یا جیسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ،

نوٹ:- ان کے علاوہ اور بھی متعدد طریقوں سے احادیث شریفہ تصنیف کی گئی ہیں۔ ہم نے اختصاراً ان کا تذکرہ چھوڑ دیا ہے۔

> وَمَعْرِفَةُ سَبَبِ الْحَدِيْثِ، وَقَدْ صَنَّفَ فِيْهِ بَعْضُ شُيُوْخِ الْقَاضِيْ أَبِيْ يَعْلَىٰ بْنِ الْفَرَّاءِ؛ وَصَنَّفُوْا فِيْ غَالِبِ هٰذِهِ الْأَنْوَاعِ؛ وَهِيَ نَقْلٌ مَحْضٌ، ظَاهِرَةُ التَّعْرِيْفِ، مُسْتَغْنِيَةٌ عَنِ التَّمْثِيْلِ، فَلْتُرَاجَعْ مَبْسُوْطَاتُهَا، وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ.

ترجمہ:- اور (امور مہمہ میں سے ہے) سبب[۳۱] ورود حدیث کا پہچاننا۔ اور اس سلسلہ میں قاضی ابو یعلیٰ بن الفراء کے بعض اساتذہ نے کتاب بھی لکھی ہے ــــــ اور محدثین نے ان انواع میں سے اکثر انواع میں تصنیفات کی ہیں اور یہ سب انواع، منقول محض ہیں اور سب کی تعریفات ظاہر ہیں اور مثالوں سے بے نیاز ہیں، پس چاہیے کہ مطوّلات کی طرف مراجعت کی جائے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والے ہیں۔

---

۳۲ اسبابِ ورودِ حدیث: کا جاننا بھی بہت ضروری ہے۔ یعنی جس طرح آیاتِ قرآنی کے لئے شانِ نزول ہوتے ہیں اسی طرح احادیث شریفہ کے لیے بھی مواقع اور محل ہوتے ہیں، جن کا جاننا بے حد ضروری ہے،

قاضی ابو یعلی حنبلی (ولادت ۳۸۰ھ وفات ۴۵۸ھ) کے استاذ ابو حفص عمر بن ابراہیم العکبری (متوفی ۳۸۷ھ) نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھنی شروع کی تھی مگر وہ پوری نہ ہو سکی۔ متاخرین میں سے شریف ابراہیم بن محمد المعروف با بن حمزہ حسینی حنفی دمشقی (ولادت ۱۰۵۴ھ وفات ۱۱۲۰ھ) نے تین جلدوں میں بہت جامع اور قیمتی کتاب لکھی ہے جس کا نام "البیان والتعریف فی اسبابِ وُرُودِ الحدیث الشریف" ہے یہ کتاب مطبوعہ ہے اور عرب ممالک میں ملتی ہے۔

خاتمہ: میں جن ضروری انواع کا تذکرہ کیا گیا ہے، قریب قریب ہر ایک نوع کے متعلق حضرات محدثین نے کوئی نہ کوئی کتاب لکھی ہے۔ فجزاہم اللہ عنا خیراً۔ نیز خاتمہ میں جن امور کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ سب خالص منقولات ہیں۔ اور ایسی واضح باتیں ہیں جن کی نہ تعریف کی ضرورت ہے اور نہ مثالوں کی۔ پھر جملہ امور کی تفصیل حضرات محدثین کی بڑی کتابوں میں موجود بھی ہے اس لئے بوقتِ ضرورت ان کی طرف مراجعت کر لی جائے۔

وَاللہُ الموفق۔

تقسیم حدیث چہار گانہ

- (۱) بلحاظ تعداد اسانید
  - (۱) متواتر
  - (۲) مشہور (مستفیض)
  - (۳) عزیز
  - (۴) غریب
    - فرد مطلق
    - فرد نسبی
  - آحاد
    - (۱) مقبول
      - (۱) صحیح لذاتہ
      - (۲) صحیح لغیرہ
      - (۳) حسن لذاتہ
      - (۴) حسن لغیرہ
    - (۲) مردود ← اسباب ردّ
- (۲) بلحاظ غایت سند
  - (۱) مرفوع
    - صریح
      - قولی
      - فعلی
      - حکمی
    - حکمی
      - قولی
      - فعلی
      - حکمی
  - (۲) موقوف
  - (۳) مقطوع
- (۳) قلتِ وسائط کے اعتبار سے
  - علو (عال)
    - مطلق
    - نسبی
      - (۱) موافقت
      - (۲) بدل
      - (۳) مساوات
      - (۴) مصافحہ
  - نزول (نازل)
    - مطلق
    - نسبی
- (۴) باعتبار روایت
  - (۱) روایت الاقران
  - (۲) مدبج
  - (۳) روایت الاکابر عن الاصاغر
  - (۴) روایت الاصاغر عن الاکابر

اسباب ردّ

- (۱) طعن
  - (۱) متعلق بعدالت
    - (۱) کذب — حدیث موضوع
    - (۲) تہمت کذب — حدیث متروک
    - (۳) فسق — منکر
    - (۴) جہالت — کے اسباب
      - (۱) عدم تسمیہ
      - (۲) غیر معروف تسمیہ
        - (۱) مجہول العین
        - (۲) مجہول الحال (مستور)
      - (۳) قلیل الروایہ ہونا
    - (۵) بدعت
      - (۱) مستلزم کفر
      - (۲) مستلزم فسق
  - (۲) متعلق بضبط
    - (۱) فحش غلط — حدیث منکر
    - (۲) کثرت غفلت — حدیث منکر
    - (۳) وہم — حدیث معلل
    - (۴) مخالفت ثقات
      - (۱) مدرج الاسناد
      - (۲) مدرج المتن
      - (۳) مقلوب
      - (۴) مزید فی متصل الاسانید
      - (۵) مضطرب
      - (۶) مصحف و محرف
    - (۵) سوء حفظ
      - (۱) لازم (حدیث شاذ)
      - (۲) طاری (حدیث مختلط)
- (۲) سقط
  - (۱) واضح
    - (۱) معلق
    - (۲) مرسل
      - ظاہر
      - خفی
    - (۳) معضل
    - (۴) منقطع
  - (۲) خفی (تدلیس)
    - (۱) تدلیس الاسناد
    - (۲) تدلیس الشیوخ
    - (۳) تدلیس التسویہ

متفرق نقشہ جات

صِیَغِ اداء

1. سمعت وحدثنی (تحدیث)
2. اخبرنی و قرأت علیه (اخبار)
3. قری علیه وانا اسمع
4. انبأنی
5. ناولنی (مناوله)
6. شافهنی (شافهه)
7. کتب الیّ (مکاتبه)
8. عن، قال، ذکر، روی وغیرہ

زیادتِ ثقات

1. مقبول
2. محفوظ
3. شاذ
5. معروف
6. منکر

طرقِ روایت

1. تحدیث (حدثنی)
2. اخبار (اخبرنی)
3. مناوله (ناولنی)
4. مکاتبه کتب الی
5. اجازت
   - اجازت معینه خاصه
   - اجازت عامه
   - اجازت للجهول
   - اجازت بالمجهول
   - اجازت للعدوم
6. (وصیت کتاب)

تعارض کے اعتبار سے حدیثِ مقبول کی تقسیم

1. محکم
2. مختلف الحدیث
3. ناسخ
4. منسوخ
5. راجح
6. مرجوح
7. متوقف فیه

ہمنام رُوات

1. متفق ومفترق
2. مؤتلف ومختلف
3. متشابه
4. دیگر مرکب اقسام

احوال رُوات

تعدیل

1. اعلیٰ رتبہ اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو
2. متوسط رتبہ صفت مادحہ کی لفظاً یا معنیً تکرار کی گئی ہو
3. ادنیٰ رتبہ وہ تعدیل جو جرح کے ادنیٰ مرتبے سے قریب ہو جیسے شیخ

جرح

1. اعلیٰ رتبہ اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو
2. متوسط رتبہ دجال وضاع کذاب
3. ادنیٰ رتبہ فیہ لین فیہ کلام وغیرہ

خیر الاُصول فی حدیث الرّسول

مؤلفہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ

تنبیہات

۱۔ رسالہ ہٰذا میں اہلِ فن کی کُتبِ معتبرہ سے چند مُصطلحاتِ اصولِ حدیث کو منتخب کر کے مترجم اور مُرتب کیا گیا ہے۔

۲۔ ناظرین کے اطمینان و سہولت کی غرض سے ہر مضمون کے ختم پر اس کے ماخذ کا حوالہ بین القوسین ظاہر کر دیا ہے۔

۳۔ وہ طلبہ جو فنِ حدیث کی ابتدائی کتب کے پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہوں ان کو سبقاً رسالہ ہٰذا یاد کرا دینا ازحد مفید ثابت ہو گا۔

مؤلف

۱۶ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ

خیرُ الاُصول فی حدیث الرّسولؐ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ؁

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی

امابعد! علمِ اُصولِ حدیث کی بعض اصطلاحیں مختصر طور پر ذکر کی جاتی ہیں۔ حق تعالیٰ توفیق صواب شاملِ حال رکھ کر مبتدئینِ حدیث کو نفع پہنچاویں۔ آمین۔

اُصولِ حدیث کی تعریف | علمِ اُصولِ حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعہ حدیث کے احوال معلوم کئے جائیں۔

اُصولِ حدیث کی غایت | علمِ اُصولِ حدیث کی غایت یہ ہے کہ حدیث کے احوال معلوم کر کے مقبول پر عمل کیا جائے اور غیر مقبول سے بچا جائے۔

اُصولِ حدیث کا موضوع | علمِ اُصولِ حدیث کا موضوع حدیث ہے۔

حدیث کی تعریف | حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم وصحابۂ کرام رضؓ وتابعین کے قول وفعل وتقریر[1] کو حدیث کہتے ہیں اور کبھی اس کو خبر و اثر بھی کہتے ہیں۔

حدیث کی تقسیم | حدیث دو قسم پر ہے۔ (۱) خبرِ متواتر (۲) خبرِ واحد

۱۔ **خبرِ متواتر** : وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر کثیر ہوں کہ اُن سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو

---

[1] تقریرِ رسول ؐ یہ ہے کہ کسی مسلمان نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی۔ آپ نے جاننے کے باوجود اسے منع نہ فرمایا بلکہ خاموشی اختیار فرما کر اس پر قرار رکھا اور کسی طرح اس کی تصویب وتثبیت فرمائی ۱۲ کذا فی مقدمہ فتح الملہم ص۱۲ ناشر

عقلِ سلیم محال سمجھے۔

۲۔ اور خبرِ واحد وہ حدیث ہے جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں۔

پھر خبرِ واحد مختلف اعتباروں سے کئی قسم پر ہے۔

خبرِ واحد کی پہلی تقسیم

خبرِ واحد اپنے منتہیٰ کے اعتبار سے تین قسم پر ہے: مرفوع[۱]، موقوف[۲]، مقطوع[۳]۔

۱۔ مرفوع وہ حدیث ہے جس میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

۲۔ اور موقوف وہ حدیث ہے جس میں صحابی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

۳۔ اور مقطوع وہ حدیث ہے جس میں تابعی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

خبرِ واحد کی دوسری تقسیم

خبرِ واحد عددِ رُواۃ کے اعتبار سے بھی تین قسم پر ہے۔ مشہور[۱]، عزیز[۲]، غریب[۳]

۱۔ مشہور وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں تین سے کم کہیں نہ ہوں۔

۲۔ عزیز وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں دو سے کم کہیں نہ ہوں۔

۳۔ غریب وہ حدیث ہے جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک ہو۔

خبرِ واحد کی تیسری تقسیم

خبرِ واحد اپنے راویوں کی صفات کے اعتبار سے سولہ[۱۶] قسم پر ہے۔

صحیح لِذاتہٖ[۱]، حسن لِذاتہٖ[۲]، ضعیف[۳]، صحیح لغیرہٖ[۴]، حسن لغیرہٖ[۵]، موضوع[۶]، متروک[۷]، شاذ[۸]، محفوظ[۹]، منکر[۱۰]، معروف[۱۱]، معلّل[۱۲]، مضطرب[۱۳]، مقلوب[۱۴]، مصحّف[۱۵]، مدرج[۱۶]۔

۱۔ صحیح لذاتہٖ وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل کامل الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو، معلّل و شاذ ہونے سے محفوظ ہو۔

۲۔ حسن لذاتہٖ وہ حدیث ہے جس کے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو، باقی سب شرائط صحیح لذاتہٖ کے اس میں موجود ہوں۔

۳۔ ضعیف وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح و حسن کے شرائط نہ پائے جائیں

۴۔ صحیح لغیرہ اس حدیث حَسَن لِذَاتِہٖ کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔
۵۔ حسن لغیرہ: اس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔
۶۔ موضوع: وہ حدیث ہے جس کے راوی پر حدیث نبویؐ میں جھوٹ بولنے کا طعن موجود ہو۔
۷۔ متروک وہ حدیث ہے جس کا راوی متہم بالکذب ہو یا وہ روایت قواعدِ معلومہ فی الدین کے مخالف ہو۔
۸۔ شاذ وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعتِ کثیرہ کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہیں۔
۹۔ محفوظ وہ حدیث ہے جو شاذ کے مقابل ہو۔
۱۰۔ مُنکر وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعتِ ثقات کے مخالف روایت کرے۔

۱۱۔ معروف وہ حدیث ہے جو مُنکر کے مقابل ہو۔
۱۲۔ مُعَلّل وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علتِ خفیہ ہو جو صحتِ حدیث میں نقصان دیتی ہے اس کو معلوم کرنا ماہرِ فن ہی کا کام ہے، ہر شخص کا کام نہیں۔
۱۳۔ مضطرب وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔
۱۴۔ مقلوب وہ حدیث ہے جس میں بھول سے متن یا سند کے اندر تقدیم و تاخیر واقع ہو گئی ہو یعنی لفظ مقدّم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کیا گیا ہو یا بھول کر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو۔
۱۵۔ مصحّف وہ حدیث ہے جس میں باوجود صورتِ خطی باقی رہنے کے نقطوں یا حرکتوں و سکونوں کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو جائے۔
۱۶۔ مُدرَج وہ حدیث ہے جس میں کسی جگہ راوی اپنا کلام درج کر دے۔

خبرِ واحد کی چوتھی تقسیم

خبرِ واحد سقوط و عدمِ سقوطِ راوی کے اعتبار سے سات قسم پر ہے۔ مُتّصِل[1]، مُسنَد[2]، مُنقطع، مُعلّق، مُعضَل، مُرسَل، مُدلّس۔

۱۔ مُتّصل وہ حدیث ہے کہ اس کی سند میں راوی پورے مذکور ہوں۔

۲۔ مُسنَد وہ حدیث ہے کہ اس کی سند رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

۳۔ منقطع وہ حدیث ہے کہ اس کی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے راوی گرا ہوا ہو۔

۴۔ مُعلّق وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں ایک راوی یا کثیر گرے ہوئے ہوں۔

۵۔ مُعضَل وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو یا اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے درپے گرے ہوئے ہوں۔

۶۔ مُرسَل وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔

۷۔ مُدلّس وہ حدیث ہے جس کے راوی کی یہ عادت ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ کے شیخ کا نام چھپا لیتا ہو۔

خبرِ واحد کی پانچویں تقسیم

خبرِ واحد صیغ کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔ مُعنعَن، مُسلسَل۔

۱۔ مُعنعَن وہ حدیث ہے جس کی سند میں لفظ عَنْ ہو اور اس کو عَنْ عَنْ بھی کہا جاتا ہے۔

۲۔ مُسلسَل وہ حدیث ہے جس کی سند میں صیغ اداء کے یا راویوں کے صفات یا حالات ایک ہی طرح کے ہوں۔

بیان صیغ اداء

محدثین حدیث کو ادا کرتے وقت مندرجہ ذیل الفاظ میں سے اکثر ایک لفظ استعمال کیا کرتے ہیں۔ حَدَّثَنِيْ[1] (۲) اَخْبَرَنِيْ (۳) اَنْبَأَنِيْ (۴) حَدَّثَنَا (۵) اَخْبَرَنَا (۶) اَنْبَأَنَا (۷) قَرَأْتُ (۸) قَالَ لِيْ فُلَانٌ (۹) ذَكَرَ لِيْ فُلَانٌ (۱۰) رَوٰى لِيْ فُلَانٌ (۱۱) كَتَبَ اِلَيَّ فُلَانٌ (۱۲) عَنْ فُلَانٍ (۱۳) قَالَ فُلَانٌ (۱۴) ذَكَرَ فُلَانٌ (۱۵) رَوٰى فُلَانٌ (۱۶) كَتَبَ فُلَانٌ۔

حَدَّثَنِیْ وَاَخْبَرَنِیْ میں فرق

متقدمین کے نزدیک یہ دونوں لفظ مترادف ہیں اور متاخرین کے نزدیک یہ فرق ہے کہ اگر اُستاد پڑھے اور شاگرد سنتے رہیں تو شاگرد کے تنہا ہونے کی صورت میں حَدَّثَنِیْ اور بہت ہونے کی صورت میں حَدَّثَنَا کہا جاتا ہے اور اگر شاگرد پڑھے اور اُستاد سنتا ہے تو شاگرد کے اکیلا ہونے کی صورت میں اَخْبَرَنِیْ اور بہت ہونے کی صورت میں اَخْبَرَنَا کہا جاتا ہے۔ (عُمدۃُ الاصُول)

بیان کتب حدیث

کتب حدیث میں مختلف اعتباروں سے مشہور دو تقسیمیں ہیں :۔

پہلی تقسیم

حدیث کی کتابیں وضع و ترتیبِ مسائل کے اعتبار سے نو قسم پر ہیں۔
جامع، سُنن، مُسند، معجم، جُزء، مفرد، غریب، مستخرج، مُستدرک۔

جامع | وہ کتاب ہے جس میں تفسیر، عقائد، آداب، احکام، مناقب سِیَر، فِتَن، علاماتِ قیامت وغیرہا ہر قسم کے مسائل کی احادیث مندرج ہوں۔ کما قیل ؎

سِیَر آداب و تفسیر و عقائد　　فِتَن اَحکامُ و اَشراط و مناقب

جیسے بخاری و ترمذی۔

سُنَن وہ کتاب ہے جس میں احکام کی احادیث ابوابِ فقہ کی ترتیب کے موافق بیان ہوں جیسے سُنَن ابوداؤد و سُنَن نسائی و سُنَن ابن ماجہ۔

مُسْنَد وہ کتاب ہے جس میں صحابۂ کرامؓ کی ترتیبِ رُتبی یا ترتیب حروفِ ہجاء یا تقدّم و تأخرِ اسلامی کے لحاظ سے احادیث مذکور ہوں جیسے مسند احمد، مسند دارمی

معجم وہ کتاب ہے جس کے اندر وضعِ احادیث میں ترتیبِ اساتذہ کا لحاظ رکھا گیا ہو، جیسے معجم طبرانی۔

جُزء وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک مسئلہ کی احادیث یکجا جمع ہوں جیسے

جزء القراءۃ و جزء رفع الیدین للبخاری ، و جزء القراءۃ للبیہقی"۔

منفرد وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک شخص کی کل روایات ذکر ہوں۔

غریب وہ کتاب ہے جس میں ایک محدث کے متفردات جو کسی شیخ سے ہیں، وہ ذکر ہوں۔ (عجالۂ نافعہ ص۱۲ عرف الشذی)

مستخرج وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی حدیثوں کی زائد سندوں کا استخراج کیا گیا ہو، جیسے مستخرج ابو عوانہ۔

مستدرک وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی شرط کے موافق اس کی رہی ہوئی حدیثوں کو پورا کر دیا گیا ہو جیسے مستدرک حاکم (الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ)

دوسری تقسیم

کتب حدیث مقبول و غیر مقبول ہونے کے اعتبار سے پانچ قسم پر ہیں:۔

پہلی قسم وہ کتابیں ہیں جن میں سب حدیثیں صحیح ہیں جیسے موطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، صحیح حاکم، مختار ضیاء مقدسی، صحیح ابن خزیمہ صحیح ابن عوانہ، صحیح ابن سکن، منتقی ابن جارود۔

دوسری قسم وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث صحیح و حسن و ضعیف ہر طرح کی ہیں مگر سب قابل احتجاج ہیں کیونکہ ان میں جو حدیثیں ضعیف ہیں، وہ بھی حسن کے قریب ہیں جیسے سنن ابو داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، مسند احمد،

تیسری قسم وہ کتابیں ہیں جن میں حسن، صالح، منکر ہر نوع کی حدیثیں ہیں، جیسے سنن ابن ماجہ، مسند طیالسی، زیادات ابن ابی احمد بن حنبل، مسند عبد الرزاق، مسند سعید بن منصور، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، مسند ابو یعلی موصلی، مسند بزار، مسند ابن جریر تہذیب ابن جریر، تفسیر ابن جریر، تاریخ ابن مردویہ، تفسیر ابن مردویہ، طبرانی کے معجم کبیر، معجم صغیر، معجم اوسط، سنن دارقطنی، غرائب دارقطنی، حلیہ ابی نعیم، سنن بیہقی، شعب الایمان بیہقی۔

چوتھی قسم وہ کتابیں ہیں جن میں سب حدیثیں ضعیف ہیں الا ما شاء اللہ

جیسے نوادر الاصول حکیم ترمذی، تاریخ الخلفاء، تاریخ ابن نجار، مسند الفردوس دیلمی، کتاب الضعفاء عقیلی، کامل ابن عدی، تاریخ خطیب بغدادی، تاریخ ابن عساکر۔

پانچویں قسم وہ کتابیں ہیں جن سے موضوع حدیثیں معلوم ہوتی ہیں جیسے موضوعات ابن جوزی، موضوعات شیخ محمد طاہر نہروانی وغیرہ (رسالہ فی مایجب حفظہ الناظر مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی)

بیانِ صحاحِ ستہ

صحاحِ ستہ چھ کتابیں ہیں۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ۔

اور بعض محدثین نے ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالکؒ اور بعض نے مسند دارمی کو شمار کیا ہے اور ان چھ کتابوں کو صحاح کہنا تغلیباً ہے کیونکہ صرف صحیح تو بخاری و مسلم ہی ہیں (کذا فی مقدمۃ المشکوٰۃ، عجالۂ نافعہ)

مراتبِ صحاحِ ستہ

پہلا مرتبہ بخاری کا ہے۔ دوسرا مسلم کا۔ تیسرا ابوداؤد کا۔ چوتھا نسائی کا۔ پانچواں ترمذی کا۔ چھٹا ابن ماجہ کا۔

مذاہب اصحاب صحاحِ ستہ

امام بخاریؒ مجتہد ہیں (نافع کبیر کشف الحجاب) یا شافعی (طبقات شافعیہ ج ۲ الحطہ ص ۱۲۱) امام مسلمؒ شافعی ہیں (الیانع الجنی ص ۲۹) امام ابوداؤد حنبلی ہیں (الحطہ ص ۱۲۵) یا شافعی (طبقات شافعیہ ص ۴۸ ج ۲) امام نسائیؒ شافعی ہیں (الحطہ ص ۱۲۷) امام ترمذیؒ و ابن ماجہؒ بھی شافعی ہیں۔ (عرف الشذی)

جرح و تعدیل کا بیان۔

محدثین جب کسی راوی کی توثیق و تعدیل بیان کرتے ہیں تو کئی طرح کے الفاظ استعمال کیا کرتے ہیں۔ بعض توثیق میں اعلیٰ ہیں اور بعض متوسط اور بعض ادنیٰ۔ علیٰ ہذا، الفاظ

جرح بھی۔ جرح میں بعض اعلیٰ ہیں اور بعض متوسط اور بعض اُدنیٰ۔ ذیل میں ان سب الفاظ کو اعلیٰ سے ادنیٰ تک با ترتیب معتبر ذکر کیا جاتا ہے۔

الفاظِ تعدیل

(۱) ثبت حجۃ (۲) ثبت حافظ (۳) ثقۃ متقن (۴) ثقۃ ثبت (۵) ثقۃ ثقۃ (۶) ثقۃ (۷) صدوق (۸) لا بأس بہ (۹) لیس بہ بأس (۱۰) محلہ الصدق (۱۱) جید الحدیث (۱۲) صالح الحدیث (۱۳) شیخ وسط (۱۴) شیخ حسن الحدیث (۱۵) صدوق انشاء اللہ (۱۶) صویلح وغیرہا۔

الفاظ جرح

(۱) دجال کذاب (۲) وضاع یضع الحدیث (۳) متہم بالکذب (۴) متفق علی ترکہ (۵) متروک (۶) لیس بثقۃ (۷) سکتوا عنہ (۸) ذاہب الحدیث (۹) فیہ نظر (۱۰) ہالک (۱۱) ساقط (۱۲) واہٍ بمرۃ (۱۳) لیس بشیء (۱۴) ضعیف جدا (۱۵) ضعفوہ (۱۶) ضعیف واہٍ (۱۷) یضعف (۱۸) فیہ ضعف (۱۹) قد ضعف (۲۰) لیس بالقوی (۲۱) لیس بحجۃ (۲۲) لیس بذاک (۲۳) یعرف وینکر (۲۴) فیہ مقال (۲۵) تکلم فیہ (۲۶) لین (۲۷) سیء الحفظ (۲۸) لا یحتج بہ (۲۹) اختلف فیہ (۳۰) صدوق لکنہ مبتدع وغیرہا۔ (دیباچہ میزان الاعتدال)

تقسیم جرح و تعدیل

ہر ایک جرح و تعدیل میں سے دو قسم پر ہے۔ (۱) مُبہم (۲) مُفسّر

۱. جرح و تعدیل مُبہم وہ ہے جس میں کوئی سبب جرح و تعدیل کا راوی میں مذکور نہ ہو۔

۲. جرح و تعدیل مُفسّر وہ ہے جس میں کوئی سبب جرح و تعدیل کا راوی میں مذکور ہو۔

قبولیت و عدم قبولیت جرح و تعدیل

جرحِ مفسّر و تعدیلِ مفسّر دونوں بالاتفاق مقبول ہیں۔ البتہ جرحِ مبہم و تعدیلِ مبہم کے مقبول ہونے میں گو بعض بزرگوں سے اختلاف منقول ہے مگر زیادہ صحیح یہی قول ہے کہ جرحِ مُبہم بالکل مقبول نہیں لیکن تعدیلِ مبہم مقبول ہے، یہی مذہب

امام بخاریؒ و امام مسلمؒ و ترمذیؒ و ابوداؤد و نسائیؒ و ابن ماجہ و جمہور محدثین و فقہاءِ حنفیہؒ کا ہے۔

شروطِ قبولیتِ جرح و تعدیل

جرح مفسّر و تعدیلِ مفسّر کے مقبول ہونے کے واسطے مشترکہ شروط یہ ہیں کہ جرح کنندہ و تعدیل کنندہ میں مندرجہ ذیل اُمور پائے جانے ضروری ہیں علم، تقوٰی، ورع، صدق، عدمِ تعصب، معرفہ اسباب جرح و تعدیل اور خاص جرحِ مفسّر کے مقبول ہونے کے واسطے زائد شرط یہ ہے کہ جرح کنندہ غیر متعصب ہونے کے علاوہ مُتَعَنِّت و متشدّد بھی نہ ہو۔

بعض اسماء محدّثین جو جرح میں متعصّب ہیں۔

(۱) دار قطنی (۲) خطیب بغدادی۔

بعض اسماء محدّثین جو جرح میں متعنّت ہیں۔

ابن جوزی، عمر بن بدر موصلی، رضی صغانی لغوی، جوزقانی مؤلف کتابُ الاباطیل شیخ ابن تیمیہ حرّانی، مجدالدّین لغوی مؤلفِ قاموس۔

بعض اسماء محدثین جو جرح میں متشدّد ہیں۔

ابوحاتم۔ نسائی۔ ابن معین۔ ابن قطان۔ یحییٰ قطان، ابن حبان۔

جرح و تعدیل میں تعارض

ایک راوی میں جرح و تعدیل کے تعارض کی بظاہر چار صورتیں ہیں۔ جرح مبہم و تعدیل مبہم۔ جرح مبہم و تعدیل مفسّر۔ جرح مفسر و تعدیل مبہم۔ جرح مفسّر و تعدیل مفسّر۔

پہلی اور دوسری صورت میں جرح غیر معتبر اور تعدیل معتبر ہے۔ تیسری اور چوتھی صورت میں جرح معتبر اور تعدیل غیر معتبر ہے، بشرطیکہ وہ جرح مفسّر کسی ایسے شخص سے صادر نہ ہوئی ہو جو جرح کرنے میں متعصب یا متشدد یا متعنّت شمار کیا گیا ہے۔

فائدہ

امام الائمہ سراج الامہ امامنا الاعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحہ کے متعلق جو بعض کتبِ مخالفین میں جرح منقول ہے، وہ ہرگز مقبول نہیں۔ اس لئے کہ حضرت امام صاحبؒ کے بارے میں ہر قسم کی تعدیل تو اظہر من الشمس ہے۔ رہی جرح سو بعض محدثین کی جرحِ مبہم ہے اور بعض جارحین خود مُتعصِّب و مُتشدِّد و مُتعنِّت ہیں اور اُوپر مذکور ہوا ہے کہ ایسی جرح بمقابلۂ تعدیل ہرگز معتبر نہیں ہے۔ (الرفع والتکمیل فی الجرحِ والتعدیل)

العبد الضعیف خیر محمد جالندھری
۱۰؍ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۴ھ

ضمیمہ

شبہ: جن لوگوں کو حنفی مذہب سے عناد ہے، وہ یہ شبہ پیش کیا کرتے کہ قطب الاقطاب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز نے غنیۃ الطالبین میں حنفیہ کو فرقہ ضالہ مرجیئہ کے اقسام میں شمار کیا ہے۔

جواب: اس کے تفصیلی جواب کے لئے تو رسالہ الرفع والتکمیل مؤلفہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رہ کو ص۲۵ سے ص۲۸ تک ملاحظہ فرمانا کافی ہوگا۔ البتہ اجمالی جواب یہ ہے کہ حضرت شیخ کی مراد فرقہ غسانیہ ہے جس کا بانی غسان بن ابان کوفی (ہے جو) اصول میں مرجیئہ خیال کا معتقد تھا اور فروع میں حضرت امام ابوحنیفہ رح کی اتباع کا ادعاء کر کے حنفی کہلاتا تھا۔ چونکہ وہ اور اس کے متبعین بوجہ اعتقادِ ارجاء باوجود اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہونے کے پھر بھی اپنا لقب حنفیہ مشہور کیا کرتے تھے، اس لئے حضرت شیخ نے اصولی اختلاف کے بیان میں اس فرقہ ضالہ کا تذکرہ ان کے مشہور لقب سے فرمایا۔ چنانچہ لکھتے ہیں واما الحنفیۃ فھم اصحاب ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت زعموا انّ الایمان ھو المعرفۃ والاقرار باللہ ورسولہٖ اھ۔ ورنہ جو لوگ اہلِ سنت والجماعت میں سے اصول و فروع میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح کے متبع ومقلد ہیں، ان کو حضرت شیخ کیوں کر برا کہہ سکتے ہیں، اس لئے کہ جس اکرام واحترام سے وہ دوسرے ائمہ مجتہدین کا نام ذکر کرتے ہیں، اسی اکرام واحترام سے امام ابوحنیفہ رہ کا اسم گرامی بھی ذکر فرماتے ہیں۔ چنانچہ نمازِ فجر کے وقت میں فرماتے ہیں: وقال الامام

صحاح ستّہ
صحیح البخاری
مع کامل حواشی از مولانا احمد علی محدث سہارنپوری جو اہل
علم میں بلا اختلاف مقبول و مشہور ہیں۔ شروع میں کتاب تراجم
ابواب بخاری از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا الحاق
ہے اور تقریباً ہر حاشیہ کے آخر میں حل لغات دیے گئے ہیں۔
عکسی طباعت۔ قیمت کامل مجلد در دو جلد روپے
(باضافہ حواشی علامہ سندی رح)
الصحیح المسلم
شرحہ الکامل للنواوی
اسمیں علامہ نووی کی شرح ملحق ہے اور ہر جلد کے آخر میں علامہ
ابو الحسن سندی کے حواشی کا اضافہ کیا گیا ہے جس سے افادیت
دوبالا ہو گئی ہے۔
عکسی طباعت قیمت مجلد کامل در دو جلد
سنن ابی داود
سنن النسائی
ومعہ زہر الربی
للحافظ الجلال السیوطی
وتعلیقات للامام ابی الحسن السندی والشیخ التھانوی
کثیر الحواشی، عکسی طباعت
اور ولایتی کاغذ سے آراستہ
قیمت مجلد روپے
سنن الترمذی
زیر طبع
سنن ابن ماجہ
قدیمی کتب خانہ
مقابل آرام باغ۔ کراچی